کفریہ جھوٹ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ۔ [رواہ البخاری]

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے ایک آیت بھی ملے تو اسے آگے پہنچاؤ اور بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور جو شخص جان کر مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنی جگہ آگ میں سمجھنی چاہیے۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ㉒

②: آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے، جو اس سے نجات حاصل کر گیا اس کے بعد والے مراحل اس کے لیے اس کی نسبت آسان ہوں گے، وگرنہ بعد والے مراحل اس سے سخت ہوں گے۔''

[سنن ترمذی: ۲۳۰۸۔سنن ابن ماجہ: ٤٢٦٧]

③: ایک مرتبہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔''

[صحیح بخاری: ١٣٧٨]

④: آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کو ان کی قبروں میں آزمایا جائے گا، اگر تم مردوں کو دفن نہ کرتے ہوتے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا وہ تمہیں بھی عذاب قبر کی آوازیں سنا تا جو میں سنتا ہوں۔''

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منکر نکیر کا ذکر بھی موجود ہے۔

[سنن ابی داؤد: ٤٧٥٣۔ سنن نسائی: ٢٠٥٨۔ سنن ابن ماجہ: ٤٢٦٩]

⑤: آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمایا جائے گا۔'' [سنن ترمذی: ١٠٧١]

خلاصہ: بندے کے پاس دو فرشتے آئیں گے، بعض روایات میں ان کا نام منکر نکیر موجود ہے، وہ بندے سے پوچھیں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اگر وہ مومن ہوگا تو اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی اور کافر کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی پسلیاں آپس میں مل جائیں گی، اس طرح یہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بھی ہو سکتی ہے اور آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بھی، وغیرہ۔ جیسا کہ روایات معروف ہیں۔

[صحیح مسلم: ٢٨٦٧]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو قبر میں ڈال دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ایک کا نام منکر جب کہ دوسرے کا نام نکیر ہے، وہ پوچھتے ہیں: اس آدمی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟۔''

[صحیح بخاری: ٨٦۔صحیح مسلم: ٩٠٣]

یہ ہر میت کے ساتھ ہوگا گو اسے قبر میں دفنایا گیا ہو یا اس کی قبر نہ بنی ہو۔ حتیٰ کہ اسے درندے کھا گئے یا اسے جلا دیا گیا اور اس کے ذرات ہوا میں بکھر گئے، یا وہ سمندر یا خشکی پر فوت ہوا، ہر حال میں اللہ تعالیٰ اسے سزا یا انعام دینے پر قدرت رکھتے ہیں کہ جس کا بھی وہ مستحق ہوگا۔

موت کے بعد اور برزخ کے تمام احکام روحوں کے متعلق ہیں، روح جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد باقی رہتی ہے، جسم اگرچہ فنا ہو جائے روح کو تکلیف اور نعمتیں ضرور پہنچتی ہیں۔ بہرحال مومن موت کے بعد کی ہر بات پر ایمان لائے جو حدیث میں منقول ہے، ایمان کی علامت تو یہ ہے کہ وہ اس کی تیاری کرے، اور ایسے کام کرے جو ان مشکلات سے نجات کا باعث ہوں۔

فہرست

۱۱-۲۰۱۰ء کا بجٹ!

اداریہ ملک عصمت اللہ

ماضی قریب میں پاکستانی قوم پر خوف وہراس کے گہرے اور مہیب سائے چھائے رہے۔ان میں سے خوف کا ایک سبب ''بجٹ'' بھی تھا۔ ۲۵ جون کی شام وزیر خزانہ کی تقریر سے یہ خوف دور تو کیا ہوتا کہ ملک کے مستقبل کے بارے میں تشویش کے سائے بھی ابھرنے لگے ہیں۔

یہ بجٹ بنیادی طور پر ۶۸۵ ارب روپے کے خسارے کا بجٹ ہے۔یہ خسارہ کہاں سے کیسے پورا ہوگا؟ ظاہر ہے اس کو پورا کرنے کے لیے عوام پر ٹیکس لگائے جائیں گے یا قرضے حاصل کیے جائیں گے اور پھر قرض اتارنے کے لیے عوام پر مزید ٹیکس لگائے جائیں گے اور یہ چکر یوں ہی چلتا رہے گا۔

اس میں قوم کو جو سب سے بڑی خوش خبری سنائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ''ویلیوایڈڈ ٹیکس'' تین ماہ کے لیے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ ویلیوایڈڈ ٹیکس کے نفاذ میں تاخیر، غور وفکر کے کئی پہلو نمایاں کر گئی ہے۔ سب سے پہلا یہ کہ اس بجٹ کا نزول آئی ایم ایف کی طرف سے ہوا ہے۔ کیوں کہ یہ ٹیکس آئی ایم ایف ہی کا تجویز کردہ ہے۔حکومت نے اس ٹیکس کے نفاذ سے اٹھنے والی عوامی ردّعمل کی لہر سے خوف زدہ ہوکر اسے تین ماہ کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔نفاذ تو اس ٹیکس کا ہوگا ہی لیکن اس وقت ہوگا جب عوام کے اس بجٹ کے لگائے ہوئے زخم قدرے بھر چکے ہوں گے اور عوامی ردّعمل کی شدت میں کمی واقع ہوچکی ہوگی۔ جب یہ ٹیکس نافذ ہوگا تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو سیلز ٹیکس کے نفاذ کا تھا یعنی گرانی اور قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ۔

اس بجٹ میں چند ایک ایسے پہلو بھی ہیں جن کو مثبت قرار دیا جاسکتا ہے۔مثلاً سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں ۵۰ فیصد اور ۲۰۰۱ سے پہلے ریٹائر ہونے والے پنشنرز حضرات کی پنشن میں ۲۰ اور بعد والوں کی پنشن میں ۱۵ فیصد کا اضافہ۔ بہ ظاہر یہ ایک خوش آئند قدم ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اس سے مثبت نتائج بھی حاصل ہوسکیں گے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔اوّل تو سرکاری ملازمین نے اس اضافے کو حالیہ مہنگائی کی شرح کے مقابلے میں ناکافی کہہ کر مسترد کر دیا ہے اور ثانیاً یہ کہ اس سے افراط زر میں اضافہ ہوگا اور نتیجہ وہی قحط وگرانی۔اس سے بہتر تو یہ ہے کہ حکومت اشیائے صرف کی قیمتوں میں کمی لائے اور انہیں ہر فرد کی پہنچ میں لائے۔اس بجٹ میں کابینہ کے وزراء کی تنخواہوں میں دس فی صد کمی کی نوید دے کر عوام کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔کابینہ میں وزراء اور مشیر حضرات کی تعداد ہی آخر کتنی ہوگی؟ یہی ناکوئی سو کے قریب۔ ان کی تنخواہوں میں دس فیصد کمی سے کتنی بچت کر لی جائے گی۔اگر وزیر خزانہ اس متوقع بچت کی رقم کا بھی اعلان کرتے تو کم ازکم عوام کو یہ تو پتا چلتا کہ اس کمی سے وزیر خزانہ نے کیا تیر مارا ہے؟ کرنے کا کام تو یہ تھا کہ ''عوامی نمائندگان'' کی تنخواہوں اور انہیں ملنے والی بے مہابا مراعات میں خاطر خواہ کمی کی جاتی ہے۔عوام بھی جانتے کہ اس کے نمائندوں نے بھی کسی کے لیے کوئی قربانی دی ہے۔

عوامی نمائندوں کی دی گئی قربانی کا حال یہ ہے کہ ایوانِ صدر کے بجٹ میں گزشتہ سال کے مقابلے میں تین کروڑ ستر لاکھ کا اضافہ کر کے چالیس کروڑ ساڑھے بہتر لاکھ کر دیا گیا ہے اور وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کے اخراجات کے لیے ساڑھے اڑتالیس کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ ایوانِ صدر اور وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کے عملہ کی تنخواہیں اس میں شامل ہیں۔تاہم اس کے باوجود ایوانِ صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کے یومیہ

اخراجات لاکھوں روپے سے متجاوز ہیں۔قوم میں یقیناً خوشی کی لہر دوڑ جاتی اگر ان بلند ایوانوں کے اخراجات میں کمی کی قوم کو کوئی نوید سنائی جاتی۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ قوم کے نصیب میں تو سکھ کا سانس لینا بھی نصیب نہیں۔ان کا ''استحقاق'' تو صرف یہ ہے کہ سیلز ٹیکس میں مزید ایک فیصد کا اضافہ اور آٹے، گھی اور دالوں پر سبسڈی ختم کر کے ان کو مزید مہنگائی کے منہ میں دھکیل دیا جائے۔

عوام پر ظلم کی کہانی یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ کچھ اور آگے بڑھتی ہے۔قوم کے بچے جن سرکاری سکولوں کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے ماحول وفضا سے کون واقف نہیں۔طالب علموں کو یہاں ملنے والی سہولیات حکومت کی نگاہ میں کچھ ''زیادہ'' تھیں۔لہٰذا ان میں کمی کرنے کے لیے تعلیمی بجٹ میں دس فیصد کمی کر دی گئی۔

اس بجٹ میں عوامی صحت کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی شاید اس لیے کہ عوام جمہوریت کی خوشی میں پھول پھول کر کپا ہو رہے تھے اور حکومت نے یہ سمجھا کہ بیمار کا حال اچھا ہے اس لیے اس پر خرچ کرنا کچھ اتنا ضروری نہیں ہے۔

دفاعی بجٹ میں ایک کھرب کا اضافہ کر کے مجموعی رقم چار کھرب بیالیس ارب سترہ کروڑ تیس لاکھ روپے کر دی گئی۔ظاہر ہے کہ اس میں وہ جنگی اخراجات بھی شامل ہوں گے جو امریکی جنگ دہشت گردی کے نام سے لڑی جا رہی ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ یورپی ممالک نے اس امریکی جنگ سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔اس لیے صدر مملکت کو بار بار یورپی ممالک کو یاد دہانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ اس جنگ پاکستان کی امداد کرے۔آج کے اخبارات میں صدر کا یہ شکوہ شائع ہوا کہ دہشت گردی کے خلاف عالمی برادری نے وہ مدد نہیں کی جس کی ضرورت تھی۔

[نوائے وقت ۸ جون ۲۰۱۰ء]

سوال یہ ہے کہ اگر عالمی برادری کی اس جنگ میں دلچسپی نہیں رہی تو پاکستان کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ اس پرائی جنگ میں اپنے افراد اور وسائل جھونکتا چلا جائے اور جس کا خمیازہ پاکستانی عوام کو بھگتنا پڑے۔

آہ! مولانا محمد ادریس فاروقی:

مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' لاہور ۵ جون ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ صبح دس بجے دارالسلام، لاہور میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ۱۹۴۴ء کو سوہدرہ ضلع گوجراں والا میں حافظ محمد یوسف بن مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ سے حاصل کی۔سکول ایف اے تک پڑھے۔اس کے بعد جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں چلے گئے۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل بھی کیا۔ان کے اساتذہ میں شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی اور حضرت العلام حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی اور مولانا ابوالبرکات احمد صاحب شامل تھے۔

مولانا مولف بھی تھے، مترجم بھی۔اپنے دادا مرحوم مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی بعض کتابیں انہوں نے دوبارہ شائع کیں۔ایک رسالہ ''ضیائے حدیث'' کی ادارت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے۔کوئٹہ میں عربی ٹیچر اور مسجد اہل حدیث میں خطیب بھی رہے۔ان دنوں ''دارالسلام'' لاہور میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ان کی نمازِ جنازہ ''دارالسلام'' میں بعد نماز عصر حضرت شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان المدنی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

ادارہ الاعتصام مرحوم کی وفات پر ان کے لواحقین سے تعزیت کرتا ہے اور دعائے مغفرت کرتا ہے۔

درسِ قرآن

سورة البقرة

(١٥٥ .... ١٦٣)

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:١٢٣٠ھ

......تعلیقات بر احسن الفوائد......
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ۔م:١٤٠٧ھ

......حواشی......
①......احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔م:١٣٣٠ھ
②......احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:١٣٣٨ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

(گزشتہ سے پیوستہ)..................

احادیث التفاسیر

(ف:١) مرفوعا عن ابی هريرة ((ما لعبدی المؤمن عندی جزاء اذا قبضت صفيه من الدنيا ثم احتسبه الا الجنة)) [٩٥٠]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے ایمان والے بندے کے واسطے میرے نزدیک سوائے جنت کے کوئی بدلا نہیں ہے کہ جس وقت میں اُس کے پیارے کو دنیا سے قبض کرلوں پھر وہ اُس پر صبر کرے۔''

یعنی جب مسلمان کسی مصیبت پر صبر کرے تو اس کا بدلا کوئی تھوڑی نعمت نہیں ملتی بلکہ جنت ہی مل جاتی ہے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے لفظ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ابن أدم ان صبرت واحتسبت عند الصدمة الاولى لم ارض لك ثوابا دون الجنة)) [١٤٥]

''یعنی اے فرزند آدم! اگر تو نے مصیبت کے اوّل وقتی صبر کرلیا اور ثواب کی امید رکھی تو میں بھی اس وقت راضی ہوں گا جب تجھ کو جنت دے دوں گا۔''

اِس آیت اور اِن احادیث میں صبر کرنے والوں کو بڑی بشارت دی ہے، مگر یہ شرط ہے کہ جس وقت مصیبت پیش آئی اُسی وقت صبر کرے، یہ نہیں کہ خوب چیخ چلا کر اور ہائے وائے کرکے جب تھک جائے تب صبر کرلیا۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے:

پیغمبر ﷺ نے ایک عورت کو قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا: صبر کر۔ اُس نے کہا میرے دل کو جیسا صدمہ ہے تم نہیں جانتے۔ آپ چلے گئے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ کو معلوم بھی ہے یہ کون شخص تھے؟ اُس نے کہا میں نہیں جانتی۔ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ فوراً وہاں سے آپ کے پیچھے آئی اور کہا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، میں اب صبر کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انما الصبر عند الصدمة الاولى))

''یعنی سوا اِس کے نہیں کہ جس صبر پر اجر وثواب ہے وہ پہلے صدمے کے وقت ہے۔'' [مشكوٰة، ص: ١٤٢ باب البكاء على الميت]

آنسوؤں سے رونا منع نہیں، نہ وہ بے صبری میں داخل ہے بلکہ رحمت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت میں یہ لفظ آئے ہیں:

((مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان)) [رواه احمد، ص: ١٤٤]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آنکھوں سے رونا اور دل سے غم کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور زبان سے بین کرنا اور چلانا وغیرہ شیطانی حرکت ہے۔''

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے لفظ مرفوعاً یہ ہیں:

((لعن الخامشة وجهها والشاقة جيبها والداعية بالويل والثبور))

[ابن ماجہ، ص:١١٤، اِس حدیث کو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، ترغیب:٦٢٩]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُس پر لعنت ہو جو غم میں منہ نوچے، کپڑے پھاڑے، ہائے وائے، موت اور عذاب وغیرہ پکارے۔''

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں:

((ان النایحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیمة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب))

[رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، ص: ۱۴۲]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی اگر توبہ کے بغیر مرگئی تو قیامت کے دن اُس کو رال کا کرتہ اور گندھک کی چادر پہنائی جائے گی اور پھر اُس میں آگ لگائی جائے گی۔''

الحفیظ الحفیظ

لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنی زبان کو روکے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہے، تاکہ اسے بشارت اور رحمت ملے، جس کا آیت میں وعدہ ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من مسلم ولا مسلمة یصاب بمصیبة فیذکرها وان طال عهدها فیحدث لذلك استرجاعاً الاجدد الله تبارك وتعالى له عند ذلك فاعطاه مثل اجرها یوم اصیب بها)) [۱۴۵]

''یعنی جس مسلمان مرد وعورت کو کبھی اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچی تھی جب کبھی وہ یاد آجائے اور وہ شخص اُس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لیا کرے تو اللہ پاک اسی قدر ثواب لکھواتا ہے جتنا پہلے دن کے صبر کرنے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے پر لکھا گیا تھا۔ اگرچہ اُس مصیبت کو کتنا ہی زمانہ گزر گیا ہو۔''

سوچنا چاہیے کہ ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل ہے کہ ایک دفعہ کی مصیبت پر سینکڑوں دفعہ اتنا ہی ثواب لکھا جائے جتنا پہلے دن لکھا تھا۔ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو مناسب ہے کہ مصیبت کے وقت نوحہ، شور وغل اور نوچنا کھسوٹنا کر کے اِس بے انتہا ثواب اور درجے کو برباد نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من قدم ثلثة من الولد لم یبلغوا الحنث کان له حصناً حصیناً من النار ۔ فقال ابو ذر: قدمت اثنین قال واثنین ۔ فقال ابی بن کعب سید القراء: قدمت واحداً قال و واحدا)) [۱۱۶]

''یعنی جس شخص کے تین بچے فوت ہوگئے اُس کے واسطے دوزخ سے بچنے کے لیے ایک مضبوط قلعہ تعمیر ہوگیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دو بچے فوت ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دو ہوں تب بھی یہی بات حاصل ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک بچہ فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا: ایک ہو تب بھی یہی بات حاصل ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیده ان السقط لیجر امه یسرره الی الجنة)) [۱۱۶]

''یعنی اللہ کی قسم! جو ادھورا بچہ حمل میں سے گرا ہے قیامت کے دن اپنی والدہ کو انول نال میں باندھ کر جنت میں لے جائے گا۔'' الحمدللہ تعالیٰ

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

''جو بچہ حمل میں گرگیا اگر اُس کے والدین دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے اپنے والدین کے واسطے جھگڑے گا۔ تب حکم ہوگا کہ اپنے والدین کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جا۔'' [۱۱۶]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا مات ولد العبد قال الله تعالى لملئكته قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی فیقولون حمدك واسترجع فیقول الله ابنو لعبدی

بيتا فى الجنة وسموه بيت الحمد)) [۱٤٣]
''یعنی جس وقت کسی بندے کا بچہ فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح کو قبض کرلیا! وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں۔ پھر اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ تیرا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے: میرے بندے کے واسطے جنت میں محل تیار کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو مسلمان کسی مسلمان کی مصیبت اور رنج کے وقت اُس کا شریک ہو اور اُس کو صبر اور راضی برضاء الٰہی ہونے کی نصیحت کرے اُس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت میں عزت اور بزرگی کا خلعت پہنائے گا۔'' [۱۱۶]

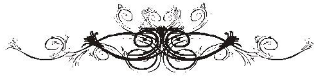
بعض عورتیں خود بین کر کے نہیں روتیں لیکن اُن کو چاہیے کہ اگر کسی کے گھر جائیں اور وہاں دوسری عورتیں بین کر کے روتی ہوں تو اُن کو بھی منع کریں، اگر وہ نہ مانیں تو وہاں سے چلی آئیں ورنہ یہ بھی گنہگار ہوں گی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے
''بین کر کے رونے والی پر بھی لعنت کی ہے اور اُس پر بھی کی ہے جو اُس کو سنے۔'' [۱۴۳]

(ف:۲) عاصم بن سلیمان ؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے انس ؓ سے پوچھا کہ آیت ﴿ان الصفا والمروة﴾ کا شانِ نزول کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ کفر کے زمانے میں صفا اور مروہ کا طواف بتوں کے واسطے ہوتا تھا، جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے خیال کیا کہ صفا و مروہ کی سعی بتوں کے واسطے تھی، اب نہیں کرنی چاہیے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری کہ صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کے نشان ہیں۔ اُس کی سعی کرنے میں گناہ نہیں۔ یعنی لوگوں نے اپنی نادانی سے ان کو بتوں کا تھان سمجھ لیا ورنہ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے نشان ہیں۔
اِس سے معلوم ہوا کہ مشرکوں اور کافروں کی مشابہت اُنہیں چیزوں میں منع ہے جو شرعی ضروریات میں شمار نہیں ہوتیں۔ جن چیزوں کا شریعت نے حکم دیا ہے اُن کو اگر کافر و مشرک بھی کرنے لگیں یا پہلے سے کرتے ہوں وہ ممنوع نہیں ہو جاتیں بلکہ اُس کو کفار کی مشابہت کہنا ہی غلط ہے۔

(ف:۳) ابن عباس ؓ نے یہود کے بعض علماء سے پوچھا کہ محمد ﷺ کی کوئی صفت یا خبر توریت میں ہے یا نہیں؟ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

ان الذين يكتمون الحق............[لباب ۲۵]

اب بھی توریت وانجیل میں متعدد خبریں اور علامتیں موجود ہیں، اہل کتاب نے انہیں مٹانے کے لیے تحریف کر دی ہے۔ پھر جس وقت توریت وانجیل اپنی اصلی حالت پر تھیں تب ان خبروں کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ ان بیانات کا کسی قدر حوالہ گزشتہ تشریحات میں گزر چکا ہے اور آئندہ بھی آیا کرے گا۔ ان شاء اللہ



دعائے مغفرت

ملت کالونی (شیر پاؤ پل) گلبرگ II لاہور کے معروف اہل حدیث ابوالحسن صاحب (جنہوں نے ملت کالونی میں جامعہ مسجد الکوثر اہل حدیث کے لیے اپنی جگہ وقف کی تھی) طویل علالت کے بعد ۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کو وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، آمین۔
مرحوم کے پس ماندگان میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے اور ایک بیوہ ہے۔

شریک غم: محمد جاوید محمدی

خادم جامع مسجد الکوثر، اہل حدیث ملت کالونی گلبرگ II لاہور
محمدی کیسٹ ہاؤس اینڈ سی ڈی سینٹر، 18 اردو بازار لاہور

درسِ حدیث

توفیــق البـــاری

" الادب المفرد " للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسھیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔ لاہور)

٦٣٦۔ عن عبد اللّٰه بن عمر قالَ: سمعتُ النَّبيَّ ﷺ يَقُولُ: ((تُوبُوا إلَى اللهِ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيهِ كُلَّ يَوْمٍ مَائة مَرَّة)) [صحیح]

''حضرت عبد اللہ بن عمر سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سامنے توبہ کرو، میں اللہ کے سامنے دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

فائدہ: صیغہ امر وجوبِ استغفار کے لیے ہے۔ جب معصوم نبی اس کثرت سے استغفار کرتے ہوں تو پھر امت کی کیا حیثیت ہے کہ وہ غفلت کرے۔

٦٣٧۔ عن كعبِ بنِ عُجرةَ قالَ: مُعَقِّبَاتٌ لا يَخِيبُ قائلُهنَّ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، والحمدُ لِلّٰه، ولا إلٰهَ إِلَّا اللّٰه، وَاللّٰهُ أَكبرُ، مائةَ مَرَّةٍ، رفعه ابنُ أبي أنيسة وعمرو بن قيس ۔ [صحیح مسلم]

''کعب بن عجرہ کہتے ہیں (چند) معقبات (نماز کے بعد پڑھے جانے والے کلمات) ہیں، جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا: سبحان الله، والحمد لله و لا اله الا الله والله اكبر ۔سو بار ان کو کہو اس کو ابن ابی انیسہ وعمرو بن قیس نے مرفوع کیا ہے۔''

باب: دعاء الأخ بظهر الغيب

کسی بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرنے کا بیان

٦٣٨۔ عن عبدِ اللّٰهِ بنِ عمروٍ عن النَّبيِّ ﷺ قالَ: ((أَسْرَعُ الدُّعَاءِ إِجَابَةً دُعَاءُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے جلدی قبول ہونے والی وہ دعا ہوتی ہے جو آدمی دوسرے بھائی کی غیر حاضری میں اس کے لیے کرتا ہے۔''

٦٣٩۔ عن أبي بكرٍ الصدّيق رضی الله عنه يقولُ: إِنَّ دَعْوَةَ الأَخِ فی اللّٰهِ تُسْتَجَابُ ۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دینی بھائی کے لیے کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔''

٦٤٠۔ عن صَفْوَانَ بنِ عبد اللّٰهِ بن صفوان ...... وكانتْ تَحتَهُ الدَّرْدَاءُ بنتُ أبي الدّرداء ...... قال: قَدِمْتُ عليهِمُ الشَّامَ فوجدتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ فِي البَيتِ، ولم أَجِدْ أبَا الدَّرْدَاءِ قالتْ: أتريدُ الحجَّ العَام؟ قلتُ: نعمْ: قالت: فادْعُ اللّٰهَ لنا بخيرٍ، فإنَّ النَّبيَّ كَانَ يقولُ: ((إنّ دعوةَ الْمَرءِ الْمُسْلِمِ مستجابةٌ لأخيهِ بظهرِ الغَيْبِ، عندَ رأسِهِ مَلَكٌ مُوكَلٌ، كُلَّما دعَا لأخيهِ بخيرٍ قال: آمينَ ولكَ بمثْل)) قالَ فلقيتُ أبَا الدّرداء فی السّوق فقالَ مثلَ ذٰلك، يَأْثُرُ عنِ النَّبيِّ ۔

''صفوان بن عبداللہ سے روایت ہے (یہ ابوالدرداء کے داماد ہیں) کہتے ہیں میں ان کے پاس شام میں گیا۔ امّ درداء گھر میں تھیں اور ابودرداء گھر میں نہیں تھے۔ امّ درداء کہنے لگیں اس سال حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہاں، کہنے لگیں ہمارے لیے وہاں دعائے خیر کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان آدمی کی دعا دوسرے مسلمان کے لیے اس کی غیر حاضری میں قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر پر فرشتہ موجود ہوتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے خیر کا فرشتہ آمین کہتا

ہے اور یہ بھی کہتا ہے تمہیں بھی وہی اجر ملے گا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بازار میں ملا انہوں نے بھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔''

٦٤١۔ عن عبدِ اللّٰہِ بن عَمْرٍو قالَ: قالَ رجلٌ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لیْ وَلمحمَّدٍ وحدَنَا، فقالَ النَّبیُّ ﷺ: ((لقَدْ حَجَبْتَھَا عَنْ نَاسٍ کَثِیْرٍ))

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں ایک آدمی نے اس طرح دعا کی اے اللہ صرف مجھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش فرما۔ تو رحمۃ للعالمین نے فرمایا: تو نے اللہ کی مغفرت کو بہت لوگوں سے روک لیا ہے۔ یعنی ایسی دعا نہیں کرنی چاہیے۔

٦٤٢۔ عن ابنِ عمرَ قالَ: سمعْتُ النبیَّ ﷺ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فی الْمَجْلِسِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ: ((رَبِّ اغْفِرْلِی، وتُبْ علیَّ وَارْحمْنِی، إنَّکَ أنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ)) [صحیح]

''حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں یہ دعا سو مرتبہ پڑھتے ہوئے سنا۔ اے پروردگار! مجھے بخش دے، مجھ پر نظر رحمت فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔''

باب: ما کان یدعو بہ رسول اللہ ﷺ وأصحابہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی دعائیں

٦٤٣۔ عن ابنِ عمرَ قالَ: إنّی لأدعُو فی کلِّ شَیْءٍ مِنْ أمرِی حتّی أنْ یفسحَ اللّٰہُ فِی مَشْی دَابَّتِیْ، حتّی أریٰ مِنْ ذٰلك ما یَسُرُّنِی ۔ [ضعیف الإسناد]

''حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا بے شک میں اپنے ہر معاملے میں اللہ سے دعا کیا کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میری سواری کی رفتار میں وسعت فرما دے۔ پھر اس میں بھی مجھے وہ چیز نظر آتی ہے جسے دیکھ کر میں خوش ہوتا ہے۔''

٦٤٤۔ عن عمرَ، أنّہ کانَ فیما یَدْعُو: اَللّٰھُمَّ تَوفَّنِی مَعَ الأبْرَار، ولا تُخَلِّفْنِی فِی الأشْرَارِ، وَأَلْحِقْنی بالأخْیَارِ ۔ [صحیح الإسناد]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے شر پسندوں میں نہ چھوڑ دے اور صالحین اخیار کے ساتھ ملا دے۔''

فائدۃ: اس کی جامعیت خیریت دارین وحسن کونین کے واسطے مخفی نہیں ہے۔ کیوں کہ جملہ حسنات واعمال صالحہ واخلاص ایمان کا مطلوب یہی ہے کہ شر سے نجات اور خیر سے ملاقات ہو اور ابرار واخیار کی دنیا وآخرت میں معیت نصیب ہو۔ اللھم ارزقنا ......

سو یہ سب مدعا اس دعا سے حاصل ہے۔ واللہ المستعان

٦٤٥۔ عن شقیق قال، کانَ عبدُ اللّٰہ ابن مسعود یُکثر أن یدعُوَ بھٰؤلاءِ الدَّعْوَاتِ: رَبَّنا أَصْلِحْ بَیْنَنَا وَاھْدِنَا سُبُلَ الإسْلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إلَی النُّور، واصْرِفْ عَنَّا الفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ منھا ومَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فی أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَاتِنَا وتُبْ عَلینَا إنَّكَ أنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ لِنعمَتِكَ، مُثْنِینَ بھا، قَابِلِینَ بھا، وأَتِمَّھَا عَلینَا ۔ [صحیح الإسناد]

''حضرت شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے، اے ہمارے پروردگار! ہمارے درمیان صلح صفائی قائم فرما اسلام کی راہ میں ہماری رہبری فرما، ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نجات عطا فرما، ہم سے بے حیائیوں کو جو ظاہر میں یا باطن میں ہوں دور کر دے، ہمارے کانوں، آنکھوں، دلوں، بیویوں اور ہماری اولادوں میں برکت عطا فرما، اور ہماری توبہ قبول فرما۔ کیوں کہ تو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم تیری نعمتوں کے گیت گاتے رہیں، شکر کا اقرار کرتے ہوئے تو ہم پر اپنے انعامات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تکمیل (مکمل) فرما۔''

سیرت النبی

پرویز کسریٰ سپر پاور کا زوال

محمد اسحاق حقانی

رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کرتے ہوئے فرمایا:
يَا اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَتَمْلِكُوْا بِهَا الْعَرَبَ وَتَدِيْنَ بِهَا الْعَجَم ۔ [ترمذی]
''لوگو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلو کامیابی حاصل کرلوگے۔ اس کے ساتھ عرب پر تمہارا اقتدار قائم ہوگا اور عجمی (فارس وروم) تمہارے مطیع ہوجائیں گے۔''

مگر ابولہب اینڈ کمپنی نے بھرپور مخالفت کی۔ آپ ﷺ کو اور صحابہ کو بہت تنگ کیا مگر یہ دین اسلام کا اعجاز تھا اور اس کی صداقت کی دلیل تھی کہ جس قدر رکاوٹیں کھڑی کی گئیں یہ اسی قدر پھیلتا چلا گیا۔

یہاں تک کہ مکہ کے ہر خاندان میں اسلام کے ماننے والے موجود تھے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام قبول کرنے کے بعد کفار مکہ کی رقابت کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کو آس پاس جا کر پناہ لینے کی اجازت فرمادی۔ کچھ مسلمان حبشہ کے علاقہ میں چلے گئے۔ سکون واطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے مگر مکہ والوں کو یہ کیسے گوارا ہوتا۔ انہوں نے اپنی سفارت شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجی کہ یہ ہمارے بھگوڑے لوگ تمہارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کردو۔ مگر وہ آج کے نام نہاد حکمرانوں کی طرح بے انصاف نہیں تھا کہ لالچ میں آکر ان کو کفار کے ساتھ بھیج دیتا۔ اس نے صورتِ حال کی تحقیق کے لیے مسلمانوں کا وفد طلب کیا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے صورتِ حال کی وضاحت کی کہ

بادشاہ سلامت ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بدکردار تھے۔ بھائیوں اور ہمسائیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے، کمزوروں کا حق دباتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا، ہم اس نبی پر ایمان لے آئے جس کے حسب ونسب، دیانت وامانت کو خوب جانتے تھے۔ بتوں کی پرستش چھوڑ کر ایک خدا کے دروازے پر جھک گئے۔ سچ بولنے لگے، قتل وغارت ترک کردی، نماز روزہ اور زکوٰۃ دینے لگ گئے۔ بندوں کے حق ادا کرنے لگ گئے۔ اس وجہ سے یہ ہماری قوم ہمارے خلاف ہوگئی اور چاہتی ہے کہ پھر وہی دورِ جاہلیت کے طور وطریقے رائج ہوں۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے کہنے پر سورۂ مریم کی آیات پڑھیں تو وہ بے اختیار آنسو بہانے لگا اور کہا کہ اللہ کی قسم! یہ کلام اور انجیل ایک ہی چراغ کی روشنی ہے۔ قریشی سفارت کا مطالبہ ردّ کردیا کہ میں ان مظلوموں کو واپس نہیں بھیجوں گا۔

اسی دوران اسلام کی نورانی شعائیں مدینہ کو بھی منور کرنے لگیں۔ وہاں کے باسی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ کچھ مسلمان وہاں ہجرت کرگئے۔ مکہ والے پیچ وتاب کھانے لگے کہ ان مظلوموں کو سکون کی جگہ میسر آگئی۔ مشورہ کرنے لگے کہ آفتاب نبوت کو ختم کیا جائے۔ ادھر آپ ﷺ کو بھی ہجرت کی اجازت مل گئی۔ آپ ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ اپنے ارادے سے مطلع کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ سفر ہجرت میں شریک ہوں گا۔ فرمایا کہ ہاں، عرض کی میرے پاس دو بہترین اونٹنیاں ہیں ایک آپ ﷺ کے لیے۔ فرمایا کہ قیمت کے ساتھ لوں گا۔

معاملہ طے کرکے واپس آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور فرمایا کہ جو لوگوں کی امانتیں ہمارے پاس ہیں ان کو واپس کردینا۔ کفار کے محاصرے سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے نکل گئے اور کعبہ کے پاس جا کر الوداعی نگاہ ڈالی فرمایا کہ تیری جدائی بہت تکلیف دہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر برداشت کررہا ہوں۔ پھر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کررات کی تاریکی میں سفر کرتے ہوئے غارثور میں قیام کیا۔ دن نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ نبی کہاں ہیں؟ فرمایا کہ پہرا تمہارا تھا پوچھتے مجھ سے ہو؟!

کفار پیچ وتاب کھاتے ہوئے دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے شہید کر دیں۔ یہ کام کرنے والے کو سو اونٹ انعام ملے گا۔ کفار کی ایک جماعت غارثور تک گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے قدموں کی چاپ سنی تو عرض کیا کہ اگر کسی نے بیٹھ کر نگاہ ڈالی تو ہم نظر آ جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾

''گھبرا نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

کسی کا گمان غار کے اندر داخل ہونے کا نہ ہوا۔ تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں ٹھہرے۔ جب کفار تلاش سے مایوس ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے دن مدینہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنومدلج کے ڈیرے کے پاس سے گزر ہوا تو ایک شخص سراقہ بن مالک کو کہنے لگا کہ ابھی میں نے ساحل کے قریب سوار دیکھے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی ہیں۔

سراقہ نے اس کو ٹالنے کے لیے کہا کہ نہیں وہ تو فلاں فلاں آدمی ہیں جو ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ میں اکیلا قریش کا انعام حاصل کروں۔ پھر مجلس سے اٹھا اور گھر جا کر لونڈی سے کہا کہ جلدی سے گھوڑا تیار کر کے اس ٹیلے کے پیچھے لے چل۔ اپنا نیزہ اور فال والا ترکش پکڑا تیز رفتاری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، سراقہ کو گرا دیا۔ سراقہ نے فال نکالی مگر وہ خلاف امید، لالچ انعام میں پھر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ آپ پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔ سراقہ کہتا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر پناہ طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری رازداری کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ امن کی تحریر دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کو کہا انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر امن نامہ لکھ دیا۔ [بخاری]

سراقہ جب واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ شاہِ ایران کے کنگن پہنائیں جائیں گے۔ [الاستیعاب]

مدینہ پہنچنے پر کفار نے کئی بار حملے کیے کہ اسلام کے ماننے والوں کو مٹادیں۔ بدر، احد میں ناکامی کے بعد کفار نے مدینہ کے یہود کی شہ پر یلغار کا منصوبہ بنایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دفاع کا مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جس طرف سے حملہ کا خطرہ تھا، خندق کھودنے کا مشورہ دیا کہ ہماری کفر کے مقابلے میں افرادی قوت کم ہے اس طریقہ سے ہم بہتر دفاع کر سکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خندق کی کھدائی کے لیے دس دس آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ صحابہ جذبہ جہاد کے ساتھ خندق کھودرہے ہیں ساتھ ساتھ جہادی ترانہ بھی جاری

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَداً ۔

''ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تمام زندگی جہاد پر گزارنے کی بیعت کی ہے۔''

سپر پاورز کی چابیاں:

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ خندق میں ایک سخت چٹان آ گئی اس پر کدال اثر نہ کرتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معاملہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو کندھے سے اتار کر کدال سے ضرب لگائی تو اس کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور اس سے چمک پیدا ہوئی اور فرمایا، اللہ اکبر

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَنْظُر قُصُوْرَهَا الْحُمْرَ السَّاعة ۔

''مجھے شام کی چابیاں دی گئیں اللہ کی قسم میں اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔''

پھر بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو چٹان کا دوسرا حصہ ٹوٹ کر گرا اور چمک پیدا ہوئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر

اُعْطِیْتُ فَارِسَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنَ

الْاَبْیَضُ الآن ۔

’’مجھے کسریٰ کا ملک فارس (ایران) دیا گیا اور اللہ کی قسم! اب میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔‘‘

پھر تیسری ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت بن گئی، فرمایا: اللہ اکبر أُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّکَانِیْ ۔

’’مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اس جگہ سے صنعاء کے دروازے نظر آ رہے ہیں۔‘‘ [احمد، نسائی]

کفار کا لشکر آنے تک خندق کی کھدائی ہو چکی تھی۔ دیکھ کر حیران ہوئے، مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈال کر حملے کی تدبیریں کرنے لگے۔ ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی کم ہونے کی وجہ سے چند آدمی گھوڑے دوڑا کر آگے آئے جن میں عمر بن ودّ عرب کا مشہور آدمی تھا جس کو سینکڑوں پر بھاری خیال کیا جاتا تھا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمال مہارت کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کو جہنم رسید کیا۔ پھر کسی کافر کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کفر اپنے زخم چاٹتا رہ گیا۔ ادھر سے غیبی مدد نے مسلمانوں کو حوصلہ دیا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ﴾

’’اہل ایمان اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ہوا (عذاب) اور نظر نہ آنے والے لشکر بھیج دیئے۔‘‘ [الاحزاب: ۹]

تند و تیز ہوا سے ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ کھانے پینے کی چیزیں مٹی میں مل گئیں۔ آخر ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے واپس گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا یَغْزُوْنَا نَحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْهِمْ ۔

’’فرمایا کہ اب کوئی ہم پر حملہ نہیں کرے گا بلکہ ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔‘‘ [بخاری]

رمضان ۸ ہجری میں آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا۔ احزاب ۵ ہجری میں ہوا۔ ۶ ہجری میں مکہ والوں سے صلح حدیبیہ ہوئی۔ یہ باہم امن سے رہنے کا معاہدہ تھا تو مسلمانوں کو سکون نصیب ہوا۔ اب آپ ﷺ نے پیغام اسلام کو اطراف عالم میں پہنچانے کے لیے مختلف حکمرانوں کو خط لکھے جن میں دو سپر پاورز کہلانے والی حکومتوں روم (اٹلی) فارس (ایران) کے سربراہوں کے نام تھے۔

شاہِ فارس کسریٰ پرویز کے نام خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ بھیجا جو انہوں نے اس کے مقرر کردہ گورنر بحرین کو پہنچایا پھر کسریٰ پرویز کو بھیجا جس میں یہ لکھا تھا یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم فارس کسریٰ کے نام۔ اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اس کی طرف سے تمام انسانوں کی جانب بھیجا گیا ہوں تاکہ جو شخص زندہ رہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے۔ کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔ پس اگر تم اسلام لاؤ گے تو سلام رہو گے اگر انکار کرو تو اہل فارس (مجوس) کے گناہ (کفر) کا بوجھ تم پر ہوگا۔

کسریٰ جس کا لقب پرویز (کامیاب) تھا، خط سن کر غصہ میں آیا اور آپ کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا۔ کہا کہ میری رعایا سے غلام اپنا نام پہلے لکھتا ہے۔ بحرین اور یمن کے گورنر کسریٰ کے ماتحت تھے اور حجاز ان کی علمداری میں تھا۔ آپ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا:

اَنْ یُّمَزَّقُوْ کُلَّ مُمَزَّقٍ

کہ وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور بعض روایات میں لفظ مَزَّقَ مُلْکَهٗ کہ اس نے اپنے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس سے چند سال قبل اس نے روم کے علاقے پر چڑھائی کی تھی۔ ایک عورت کے تین بہادر بیٹے تھے۔ کسریٰ پرویز نے اس سے پوچھا کہ تیرے کس بیٹے کو سپہ سالار بناؤں؟ کہنے لگی کہ تینوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ (۱) یہ لومڑ سے چالاک ہے، (۲) یہ شکرے اور باز جیسا ہے اور یہ نیزے کی نوک ہے، (۳) یہ بہت حوصلہ مند ہے۔

کہنے لگا کہ پھر حوصلہ مند کو کمان دیتا ہوں۔ وہ لشکر لے کر روم کے علاقے کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ روم کے مرکزی مقام مدائن پر قابض ہوگیا۔ عطاء خراسانی نے ابوبکر بن عبداللہ کو کہا کہ تو نے شام کا ملک دیکھا ہے؟ کہا کہ نہیں، کہنے لگا کہ وہاں کسریٰ کی فوجوں نے تباہی مچا دی ہے۔ زیتون کے درخت کے باغ جو ان کی معیشت تھے اجاڑ دیئے ہیں۔ شہر کو برباد کر دیا ہے۔

فتح کے بعد اس عورت کے بیٹے فرخان، شہر براز شراب نوشی کر رہے تھے۔ نشہ میں فرخان کہنے لگا کہ آج میں کسریٰ کے تخت پر بیٹھا ہوں۔ کسریٰ کو یہ بات پہنچی تو اس نے اس کے بھائی شہر براز کو خط لکھا کہ اپنے بھائی فرخان کا سر قلم کر کے مجھے بھیج۔ اس نے جواب دیا کہ ایسے بہادر آدمی کو ایسی غلطی پر قتل نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ دشمن کا سامنا ہے۔ کسریٰ نے جواب دیا کہ ایسے بہت ہمارے پاس آدمی ہیں تو اس کا سر اتار دے۔ شہر براز نے پھر معاف کرنے کو کہا تو اس نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اہل فارس کو کہا کہ میں نے شہر براز کو سپہ سالاری سے معزول کر کے اس کے بھائی فرخان کو مقرر کر دیا۔ پھر قاصد کو پروانہ سپہ سالاری دے کر شہر براز کے پاس بھیجا۔ اس نے بلا چوں چراں دست بردار ہو کر قیادت فرخان کے حوالے کر دی۔

فرخان نے کمان سنبھالنے کے بعد کسریٰ کا خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ شہر براز کو قتل کر دے۔ اس نے آرڈر جاری کیا کہ اس کو گرفتار کر کے لاؤ۔ جب اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ بھائی مجھے وصیت کرنے کی مہلت دے۔ پھر اس نے اپنا بیگ منگوایا اور اس سے تین خط نکال کر فرخان کو دیے کہ دیکھو ان میں تیرے قتل کا حکم تھا مگر میں ٹالتا رہا اور تو ایک ہی خط کے بعد میرے قتل پر تیار ہوگیا۔ تو اس نے پھر سپہ سالاری اپنے بھائی شہر براز کے سپرد کر دی۔

پھر اس نے شاہِ روم قیصر کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تیرے ساتھ علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں تو اس نے تحقیق کے بعد ملاقات پر آمادگی ظاہر کی تو شہر براز نے قیصر کو کہا کہ تیرے ملک کو فتح کرنے میں میرا اور میرے بھائی فرخان کا بنیادی کردار ہے۔ مگر اب کسریٰ شاہِ ایران ہمارے قتل کے درپے ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اس سے علیحدگی اختیار کر کے تیرے ساتھ مل جائیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر یہ بات راز میں رہنی چاہیے۔ ادھر جب قیصر نے دیکھا کہ ایرانی فوجوں نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کی کہ میرے ملک سے ان کو دفع کر۔

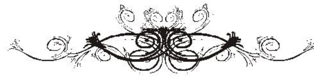
اس دوران اس کی آنکھ لگ گئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شان و شوکت والے آدمی کی مجلس ہے۔ ایک آدمی باہر سے آتا ہے تو وہ سردار اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ کر کہتا ہے کہ اس کو قابو کر لے۔ دوسری رات پھر خواب دیکھتا ہے کہ اس سردار کے ہاتھ میں ایک زنجیر ہے۔ وہ اس باہر سے آنے والے آدمی کے گلے میں ڈال کر اس کو کہتا ہے کہ یہ کسریٰ ہے، میں اس کو تیرے سپرد کرتا ہوں، تو اس پر غالب ہوگا۔ جب اس نے اپنا خواب درباری لوگوں کو بیان کیا تو وہ کہنے لگے کہ کسریٰ کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اس نے کسریٰ کو لکھا کہ اب میں تجھے وہ تاوان نہیں دوں گا جو پہلے دیتا تھا۔ کسریٰ نے اس کے خلاف فوج لے کر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ شہر ایک طرف سے دریا اور پہاڑ کے درمیان تھا۔ دریا کی طرف حفاظتی فوج تھی اس طرف سے وہ حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اہل شہر محاصرہ سے تنگ پڑ گئے تو ہرقل نے کہا کہ میں ایک حیلہ کرتا ہوں۔

اس نے کسریٰ کو پیش کش کی کہ میں دوبارہ تاوان ادا کرنے پر تیار ہوں مگر تو محاصرہ اٹھا لے تاکہ میں اپنی سلطنت کے اندر جا کر رقم جمع کروں۔ تو اس نے محاصرہ اٹھا لیا۔ وہ اپنے فوجیوں کو لے کر کسریٰ کے علاقے میں گیا۔ لوٹ مار کی، کسریٰ اپنی فوج کے ساتھ وہاں انتظار کر رہا تھا۔ اس نے واپس آ کر اس کے خزانے اور وہاں کے لوگ جو غلام بنا کر لایا تھا پیش کیے تو کسریٰ حیران ہوگیا اور اس کی فوج میں بغاوت پھیل گئی۔ فوجی افسروں نے اس کے بیٹے شیرویہ کو کہا کہ تیرا باپ سلطنت کے اہل نہیں تو حکومت اپنے ہاتھ میں لے تو اس نے باپ کو گرفتار کر کے حکومت سنبھال لی۔

پھر فوجیوں نے کہا کہ اگر یہ زندہ رہا تو لوگوں کی ہمدردیاں اس کو

حاصل ہوں گی یہ تیرے لیے خطرہ ہوگا تو اس نے اس کو قتل کرا دیا۔ پھر زمام حکومت سنبھالی۔خزانہ کا معائنہ کیا تو اس نے وہاں ایک شیشی دیکھی جس پر قوت باہ لکھا تھا اس نے وہ پی لی۔ وہ حقیقت میں زہر تھا اس کی بھی موت واقع ہوگئی۔ ملک انارکی کا شکار ہوگیا۔ پھر لوگوں نے اس کی لڑکی بوران بنت کسریٰ کو حاکم بنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں جن کی زمامِ اقتدار عورت کے ہاتھ میں ہے۔اس طرح آپ ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی جو آپ ﷺ نے کسریٰ کو خط لکھتے وقت لکھا تھا: اَسْلِمْ تَسْلِمْ ''کہ اسلام میں سلامتی ہے۔''

اس نے قوت واقتدار اور مال ودولت میں بقا دیکھی جو کسی کام نہ آیا۔ تاریخ میں ہے کہ اس کے لاؤلشکر قسطنطنیہ افریقہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ سرما کا دارالحکومت مدائن تھا اور گرما میں ہمدان۔ بارہ ہزار عورتیں لونڈیاں اس کے محل کی زینت تھیں۔ایک ہزار ہاتھی، پچاس ہزار گھوڑے خچر اپنے اقتدار کے بچاؤ کے لیے چھتیس ہزار لوگ قیدی بنائے۔ ایک دفعہ اس نے ذاذان آئی جی جیل کو لکھا کہ ان سب کو قتل کردو۔مگر بہر سیر کمانڈر نے رات ان کو رہا کردیا۔ وہ تمام بابل میں جمع ہوگئے جہاں اس کا لڑکا قباذ اور اس کے بھائی تھے وہاں جا کر انہوں نے شہنشاہ قباذ کے نعرے بلند کیے۔ پھر جلوس کسریٰ پرویز کے محل کی طرف بڑھا۔محل کے محافظ سب بھاگ گئے۔ کسریٰ وہاں قریبی باغ ہند میں پناہ گزین ہوا مگر گرفتار ہوا اور اڑتیس سالہ دور حکومت کا خاتمہ ہوگیا جب کہ آپ ﷺ نے چھ سال پہلے اس کو اسلام کی دعوت دی۔



مولانا مبشر احمد مدنی کو صدمہ

مولانا مبشر احمد مدنی صاحب خطیب جامع مسجد قباء اہل حدیث اقبال ٹاؤن لاہور، کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی صالحہ، شب زندہ دار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ احباب جماعت سے مرحومہ کی مغفرت وبلندئ درجات کی دعاؤں کی درخواست ہے۔ [عمران حمید مرزا، رکن مجلس عاملہ دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور]

چوہدری نور محمد کمبوہ کی وفات

ماہنامہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور، کے قریبی عزیز چوہدری نور محمد کمبوہ ۲۷ مئی ۲۰۱۰ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم علی پور کی جماعت اہل حدیث کے معزز رکن اور خوش اخلاق فرد تھے۔ان کی نماز جنازہ مولانا عبدالغفار آف مظفر گڑھ نے پڑھائی۔ کثیر افراد جنازے میں شریک ہوئے۔ احباب سے مغفرت کی دعاؤں کی درخواست ہے۔[عبدالرحیم اظہر الکریمی، ڈی جی خان]

اعلان

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ علامہ پروفیسر ابراہیم خادم قصوری ۱۵ جون سے ایوبیہ، مری کے دورہ پر ہوں گے۔ دروس قرآن وحدیث اور محافل دینیہ سے وہ خطاب کریں گے۔ آپ کا قیام ایک ماہ کے لیے ہوگا۔

[صاحبزادہ محمد اسحاق خادم قصوری کنگن پور۔فون: 0300-4421651]

مدرس وخطیب کے ضرورت مند

ایک حافظ قرآن عالم، فاضل، سینئر مدرس، درسِ نظامی، امام، خطیب اہل حدیث فارغ ہے۔ اپنی خدمات سرانجام دینے کے لیے کسی جگہ بھی جا سکتا ہے۔ ترجیحاً صوبہ سندھ...... فون: 0306-7463504

مرزائیت

قادیانیت کی گمراہیاں

تحریر: مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ رحمانی عمر پوری ...... ترجمہ: احمد حسن

زیرنظر مضمون ۱۹۷۵ء میں مجلّہ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ طیبہ میں بعنوان "من اضا لیل القادیانیہ" دو قسطوں میں شائع ہوا تھا، جس میں والد مرحوم مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے دلائل کا بھرپور جواب دیا ہے۔ عربی سے اردو میں منتقل کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے پس منظر کے حوالے سے مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:
''اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے ایک تھائی لینڈ سے تعلق رکھنے والے طالب علم کو اس کے مسلمان دوست نے تھائی لینڈ سے بذریعہ خط تھائی لینڈ میں قادیانیوں کی گمراہ کن سرگرمیوں کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ قادیانی مبلغین تھائی لینڈ میں وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے مصنوعی اخلاص اور تقویٰ کے ذریعے اپنے جھوٹے عقائد اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اختراع شدہ احادیث پھیلا رہے ہیں اور اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم یہاں ان کے جھوٹ اور فریب کے چند نمونے اس پر تنقید اور اس کی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے بیان کر رہے ہیں تاکہ مسلمان ان سے محتاط رہیں۔'' [ڈاکٹر سہیل حسن]

قادیانیوں کے بعض جھوٹے دعوؤں کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

① ...... ''میں خاتم الانبیاء ہوں اور آپ ﷺ خاتم الاولیاء ہیں۔'' اس کی تخریج خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں: کہ یہ من گھڑت روایت عمر بن واصل کی ہے یا اس کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ [تنزیہ الشریعة المرفوعة، ج: ۱، ص: ۳٦٦۔ تاریخ بغداد، ج: ۱۰، ص: ۳۵۸]

جب کہ ذہبی نے لکھا ہے کہ عمر بن واصل ایک بزرگ صوفی تھے، انہوں نے سہل بن عبداللہ سے روایت کی لیکن خطیب بغدادی نے ان پر روایت گھڑنے کی تہمت باندھ دی۔ [میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۲۳۰]

قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ کہ مذکورہ روایات کو محمد طاہر ہندی پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے لیکن ہماری تلاش کے باوجود ایسی کوئی روایت اس کتاب میں موجود نہیں بلکہ ایک دوسرے باب میں اس کے دعوے کے خلاف یہ تحریر ملی کہ روایت میں لفظ خاتم الاولیاء باطل روایت ہے جس کی کوئی اصل نہیں اور یہ کہ خاتم الاولیاء وہ آخری مومن ہوگا جو باقی بچے گا جب کہ ہمارے نزدیک خیر الاولیاء میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ [مجمع البحار، ج: ۳، ص: ۵۱۸]

② ...... ''ابوبکر سب سے بہتر آدمی ہیں سوائے اس کے کہ وہ نبی ہوں۔'' اس روایت کی تخریج طبرانی، ابن عدی نے کی ہے اور المناوی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں:

''سوائے اس کے کہ وہ نبی ہوں ان کی ذات مراد نہیں بلکہ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا استثنا حاصل کیا گیا ہے۔'' [فیض القدیر، ج: ۱، ص: ۹۰۔ میزان الاعتدال للذہبی، ج: ۱، ص: ۲۳۱]

پھر اس کے نقل کرنے والے ابن عدی کہتے ہیں:

''یہ حدیث ان میں سے ایک ہے جن کا عکرمہ پر انکار کیا گیا ہے۔'' [الکامل لابن عدی مخطوطہ، ج: ۳، ص: ۱۸٦، ق: ۲]

ہیثمی نے اس کی نسبت طبرانی کی طرف کرنے کے بعد کہا ہے: اس میں اسمٰعیل بن زیاد الدیلمی ضعیف ہے۔'' [مجمع الزوائد، ج: ۹، ص: ٤٤]

میزان میں ہے: یہ اسمٰعیل اس روایت کو بیان کرنے میں متفرد ہے، اگر اس نے اس حدیث کو گھڑا نہیں ہے تو پھر آفت اس سے نیچے کسی راوی میں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت اپنی اسناد کے لحاظ سے من گھڑت

(موضوع) ہونے کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ ذہبی نے اس کی تصریح کی ہے۔

③......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''خاتم الانبیاء کہو۔ جب کہ یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

[تفسیر الدر المنثور للسیوطی، ج: ٥، ص: ٢٠٤]

اس بات کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ امام سیوطی نے اپنی تفسیر میں آیت ﴿ ما كان محمد أبا أحد ...... ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کئی مرفوع احادیث کا حوالہ دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد رسالت کے انقطاع اور نبوت کے ختم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری اور میرے قبل آنے والے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر کی تعمیر کرتا اور نہایت خوب صورت انداز میں کرتا ہے لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ اس جگہ کو نہایت تعجب سے دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ لگائی۔''

یہ فرما کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔'' انہی الفاظ کے ساتھ احمد اور مسلم نے ابوسعید الخدریؓ سے اور بخاری اور مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور احمد اور امام ترمذی نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام روایات ملتے جلتے الفاظ پر مبنی ہیں اور صحیح اسناد کے ساتھ ہیں اور تواتر کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی طرح ابن مردویہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری اُمت میں تیس جھوٹے نبوت کے دعوے دار پیدا ہوں گے لیکن میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

[ابن مردویہ، ج: ٥، ص: ٣٩٦۔ فتح الکبیر، ج: ٢، ص: ٢٧٥]

ایک روایت امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت میں ستائیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جن میں چار عورتیں ہوں گی مگر میں ہی آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' [تفسیر الدر المنثور للسیوطی، ج: ٥، ص: ٢٠٤]

تعجب کی بات یہ ہے کہ قادیانی مبلغ جب ان احادیث صحیحہ سے گزرتے ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تو ان پر ذرّہ بھر توجہ نہیں دیتے۔ کیوں کہ یہ روایات ان کی مرضی کے خلاف ہیں۔ لیکن جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو پڑھتے ہیں تو اسے دانتوں سے پکڑ لیتے ہیں۔ گویا ان کی حالت اس آیت میں بیان کردہ حالت کے مطابق ہوتی ہے: ﴿ افتؤمنون ببعض الكتاب ...... ﴾ [البقرة: ٨٥]

علامہ سیوطی کی ذکر کردہ روایات تو سمندر کے سامنے قطرہ کی مانند ہیں وگرنہ کتب احادیث میں اہل علم کی نزدیک ایک بہت بڑی تعداد ان احادیث کی موجود ہے جو ان روایات سے زیادہ مشہور ہیں اور بہتر سند رکھتی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث پیش خدمت ہیں تاکہ علم میں اضافہ ہو اور مخالفین پر حجت قائم ہو۔

ان میں ایک روایت بخاری اور دوسرے محدثین نے کتب ستہ میں نقل کی ہے جو ایک طویل حدیث ہے جسے حدیث شفاعت کہا جاتا ہے۔ جس میں ہے کہ ''وہ آپ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ اور خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔'' [صحیح بخاری، ج: ٨، ص: ٣٩٦ مع فتح الباری]

جب کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا'' کہ الفاظ بخاری نے مرفوعاً ابو ہریرہ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''بنی اسرائیل کی سیادت وقیادت انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی جاتا تو دوسرا آجاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

بخاری نے روایت کی ہے کہ اسماعیل نے ابن ابی اوفی سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ وہ بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور اگر آپ ﷺ کے بعد نبی کے آنے کا فیصلہ ہوا ہوتا تو ابراہیم زندہ رہتے۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ [صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، ج: ٦، ص: ٩٥]

جب کہ دوسری روایت جس میں تیس جھوٹے نبوت کے دعوے داروں کا ذکر ہے وہ بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجالوں کا ظہور مکمل نہ ہو جائے جو سب نبوت کے دعوے دار ہوں گے۔'' [صحیح بخاری، کتاب المناقب، ج: ٦، ص: ٦١٦]

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہ

بچے گا سوائے مبشرات کے۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''سچے خواب'' جو ایک شخص خود دیکھتا ہے یا اس کے بارے میں دیکھا جاتا ہے۔'' [مسند احمد، ج: ٦، ص: ٢٩]

اسی روایت کو بخاری نے صرف سچے خواب تک ختم کیا ہے۔

[صحیح بخاری، ج: ١٢، ص: ٣٧٥]

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیماری کے زمانے میں جس کے بعد آپ ﷺ انتقال فرما گئے۔ فرمایا: ''اے لوگو! نبوت کے مبشرات میں کچھ باقی نہ بچے گا سوائے سچے خواب کے جو ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے دیکھا جاتا ہے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، ج: ٤، ص: ١٩٦]

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر واضح دلالت کرتی ہے کہ نبوت کا مکمل طور پر انقطاع ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی تائید میں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات موجود ہیں جو کہ امام مالک، بخاری و مسلم کی تخریج شدہ مرفوع اور صحیح احادیث ہیں۔ لہٰذا ان احادیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر پر ترجیح دی جائے گی درج ذیل وجوہ کی بنا پر:

(ا)...... اگر صحیح اور مرفوع حدیث کا موقوف اثر سے تعارض (ٹکراؤ) ہو جائے تو لازم ہے کہ مرفوع کو موقوف پر ترجیح دی جائے۔ کیوں کہ مرفوع سے مراد کلام نبی ﷺ ہے جب کہ موقوف سے مراد کلام صحابی ہے اور بلا شک وشبہ نبی معصوم کے کلام کو صحابی کے کلام پر ترجیح واجب ہے۔

(ب)...... اصطلاحات حدیث اور علم الاصول کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق اگر کسی راوی کا قول حدیث سے ٹکراتا ہو تو لازم ہے کہ حدیث کو ان کے قول ورائے پر فوقیت دی جائے گی۔ [المستصفی للغزالی، ج: ٢، ص: ١١٣۔ قواعد التحدیث للقاسمی بحوالہ اعلام الموقعین]

(ج)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا ذکر علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر میں بغیر سند کے کیا ہے لیکن صرف یہ کہا کہ اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔ لیکن مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کے صرف پانچ اجزاء شائع ہوئے ہیں جن میں اس قول کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ بعض غیر مطبوعہ اجزاء جو کہ حرم مکی کے کتب خانہ میں موجود ہیں، میں یہ قول سند کے ساتھ موجود ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حسین بن محمد کہتے ہیں کہ جریر بن حازم نے ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم النبیین کہو مگر ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، مت کہو۔ [المصنف، ص: ٢٠٢/٢ القسم الاول باب من کرہ ان یقول لا نبی بعد النبی ﷺ]

اس کی سند منقطع ہے۔ کیوں کہ محمد بن سیرین کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سننا ثابت نہیں ہے۔ امام ابن ابی حاتم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''ابن سیرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا ہے۔''

[کتاب المراسیل، ص: ١١٦]

علامہ صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ العلائی الدمشقی اور بخاری کہتے ہیں کہ ''ابن سیرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا ہے۔'' [جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ج: ٢، ص: ٦٣٥]

حافظ ابن حجر نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

[تہذیب التہذیب، ج: ٩، ص: ٢١٦]

لہٰذا واضح ہوا کہ صحابی کا کلام صحیح مرفوع حدیث کے مقابلے میں نہیں ٹھہرتا چہ جائیکہ ایک منقطع قول جو کہ بلا شک وشبہ ضعیف روایت کی شکل ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں نے درالمنثور سے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن اگر وہ مغیرہ کے قول کی طرف دھیان دیتے جو کہ سیوطی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے بعد نقل کیا ہے۔ گویا کہ وہ ان کے قول کی تشریح ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ابو اسامہ سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ انہیں عامر نے بتایا اور کہا ''مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ''درود وسلام ہو خاتم الانبیاء پر جن کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔'' تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا ''خاتم الانبیاء'' کہنا کافی ہے۔ کیوں کہ ہم تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو بتاؤ وہ پہلے آئیں گے یا بعد میں۔ [الدر المنثور، ج: ٥، ص: ٢٠٤]

اس اثر کا مطلب یہ ہوا کہ جو ''لا نبی بعدہ'' کہنے کو مکروہ سمجھتے ہیں تو اس لیے مکروہ سمجھتے ہیں کہ صریح صحیح احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے اترنا ثابت ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے اور اسی پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا قول دلالت کرتا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ہے کہ وہ بلا شک وشبہ صحیح ثابت ہے اور یہ قادیانیوں کا بھی رد کرتا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو نہیں جانتے اور اسی لیے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل نہیں کرتے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا قول دو حصوں پر مشتمل ہے۔(ا)......تمہارا صرف ''خاتم الانبیاء'' کہنا ہی کافی ہے۔

(ب)...... ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ لوٹ کر آنے کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

لہٰذا اس قول کے پہلے حصہ کا اعتبار نہیں کیوں کہ یہ روایت صرف مجالد بن سعید الہمدانی کی طرف سے وارد ہوئی ہے اور وہ ضعیف راویوں میں شمار ہوتے ہیں اور وہ حجت نہیں ہیں۔ آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور انہیں یہ یاد نہیں رہا تھا کہ یہ اثر کب اخذ کیا گیا تھا۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب التقریب (۲۰) میں کہا کہ مجالد بن سعید قوی راوی نہیں ہیں اور آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ جب کہ اس روایت کا دوسرا حصہ معنوی اعتبار سے درست ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(ج)......جھوٹے قادیانی نبی نے اپنی کتاب ''حمامۃ البشریٰ'' میں اعتراف کیا ہے کہ نبوت منقطع ہو چکی ہے وہ لکھتا ہے آیت کا حوالہ دیتے ہوئے ''لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔'' جس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا'' اور اس نے اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں لکھا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی اس قدر معروف اور مشہور ہے کہ اس حدیث کی صحت میں شک کرنا بھی ممکن نہیں۔

اسی مؤلف نے اپنی دوسری تالیفات میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبوت ہے اور نہ کوئی رسالت۔ [تحفه بغداد، ص: ۷]

اگر ہمارے بیان کردہ دلائل کو سطحی نظر سے بھی دیکھا جائے تو انقطاع نبوت کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو کسی طرح بھی دلیل نہیں بنایا جاسکتا جو کہ نہایت ضعیف اور منقطع قول ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ گویا ڈوبتا ہوا کوئی شخص تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

④......قادیانی مبلغ کہتا ہے کہ ''خاتم کا لفظ دراصل افضل اور بہتر معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''خاتم الشعراء'' اور ''خاتم المہاجرین'' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عباس تم خاتم المہاجرین ہو جیسا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔''

ہمیں یہ روایت الدر المنثور، اور اس کے تکملہ مجمع البحار میں نہ مل سکی جیسا کہ اس قادیانی نے دعویٰ کیا ہے۔ لیکن یہ روایت ذہبی کی میزان الاعتدال اور علی حنفی الہندی کی کنز العمال میں مل گئی۔

اس حدیث کے دو راویوں میں سے ایک حارث بن الزبیر ہے جس کے بارے میں الازدی نے لکھا ہے کہ ''اس سے اس کا علم چلا گیا۔''

[میزان الاعتدال، ص: ۴۳۳]

جب کہ دوسرے راوی کا نام اسماعیل بن قیس بن سعد ہے جس کے بارے میں بخاری اور دارقطنی نے ''منکر حدیث'' لکھا ہے جب کہ نسائی اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے۔

اسی طرح ابن قطان نے بخاری سے روایت کیا ہے کہ ''جس کے بارے میں، میں منکر حدیث کہتا ہوں اس سے پھر روایت کرنا درست نہیں۔'' [میزان الاعتدال، ص: ٦]

ابن عدی لکھتے ہیں کہ احمد بن حسین الصلافی نے روایت کی سعید بن سلمہ الانصاری سے جنھوں نے روایت کی اسماعیل بن قیس سے اور انہوں نے روایت کی ہے ابو حازم سے جو کہ روایت کرتے ہیں سہل بن سعد سے وہ فرماتے ہیں کہ ''عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھا کہ اے چچا اپنی جگہ پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم فرمائیں گے، جیسا کہ مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے۔'' [الکامل لابن عدی مخطوطة، ق: ۲، ج: ۱، ص: ۱۲]

پھر ابن عدی کہتے ہیں کہ عام طور پر اس روایت کو منکر سمجھا جاتا ہے۔ [میزان الاعتدال للذهبی، ج: ۱، ص: ۲۴۵]

کنز العمال میں لکھا ہے کہ ''اے چچا! آپ اپنی جگہ پر قائم رہیں، پس آپ خاتم المہاجرین ہیں ہجرت کرنے والوں میں جیسا کہ میں

نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔'' [کنز العمال، ج: ۱۲، ص: ۲۷۸]

شاشی اور ابن عساکر نے سہل بن سعد سے اور الرومانی اور ابن عساکر نے ابن شہاب سے مرسل روایت کی ہے۔ ابن عساکر نے اس روایت کو دو اسناد سے نقل کیا ہے جس میں سے ایک سہل بن سعد کی روایت ہے جس میں اسماعیل بن قیس راوی ہے جو کہ نہایت ضعیف شمار ہوتا ہے اور دوسرا ابن شہاب سے مرسل روایت کرتا ہے جو کہ اکثر محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح ہم ابن شہاب الزہری (سنہ وفات ۱۲۴ھ) اور ابن عساکر (سنہ وفات ۵۷۱ھ) کے درمیانی راویوں پر واقف نہیں ہو سکے۔ کیوں کہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ عرصہ حائل ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

چناں چہ ان کی اسناد گمراہ کن ہیں اور ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ برسبیل تنزل اس روایت کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ قبل مدینہ ہجرت کرتے ہیں۔

[الاصابة مع الاستیعاب، ج: ۲، ص: ۲٦۳]

لہٰذا وہ خاتم المہاجرین کہلائے جا سکتے ہیں کیوں کہ مکہ سے مدینہ ہجرت فتح مکہ کے بعد بند ہوگئی تھی جیسا کہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ ''فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے'' یعنی فتح مکہ کے بعد۔

[صحیح بخاری مع فتح الباری، ج: ٦، ص: ۳۷]

لہٰذا ان معنوں کی روشنی میں سہل بن سعد والی حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ''اے چچا! اپنی جگہ قائم رہو، بے شک اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت ختم فرمائے گا جیسا کہ مجھ پر نبوت ختم کی ہے۔'' یعنی یہاں خاتم المہاجرین سے مراد آخری ہجرت کرنے والا ہوا نہ کہ قادیانی مبلغ کے دعویٰ کے مطابق افضل اور بہتر ہجرت کرنے والا ہوا یا افضل اور بہتر نبی ہونا مراد لیا گیا۔ چناں چہ یہ دلیل نہایت گمراہ کن اور فساد انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھے راستہ پر ہدایت عطا فرمائے۔

⑤...... ''اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو وہ سچے نبی ہوتے۔''

[ابن ماجہ]

قادیانی مبلغ کہتا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کا امکان موجود تھا۔ اس کے ردّ میں متعدد وجوہات موجود ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔

(ا)...... یہ حدیث بھی اپنی اسناد کے اعتبار سے نہایت کمزور اور فاسد ہے۔ اس کے راویوں میں ابوشیبہ بن ابراہیم بن عثمان ہے جس کے بارے میں سندھی نے سنن ابن ماجہ پر اپنی تعلیق میں لکھا ہے:

بخاری نے کہا ''اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔''

ابن مبارک کہتے ہیں ''اس کی روایت پھینک دو۔''

ابن معین لکھتے ہیں ''وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔''

احمد نے کہا ''منکر حدیث ہے۔'' [ابن ماجه، ج: ۱، ص: ٤٦٠]

نسائی کہتے ہیں ''متروک الحدیث ہے۔''

[میزان الاعتدال، ج: ۱، ص: ٤٧]

ذہبی نے لکھا ''شعبہ نے اسے جھٹلایا ہے۔''

[میزان الاعتدال، ج: ۱، ص: ٤٧]

لہٰذا جس راوی کے ضعف پر سب متفق ہوں تو اس کی روایت کس طرح قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

(ب)...... قادیانی مبلغ کے استدلال کے برعکس بہت سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا کہ میں نے حضرت ابراہیم فرزند رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سنا کہ وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ اگر آپ کے بعد نبی کا ہونا مقدر ہوتا تو وہ زندہ رہتے مگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

بخاری اور ابن ماجہ سے روایت ہے جب کہ احمد نے اس روایت کو ان الفاظ میں اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ ''اگر نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو ان کے فرزند ابراہیم وفات نہ پاتے۔'' [مسند احمد، ج: ۳، ص: ۲۸۲]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ابراہیم پر اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔'' اسے احمد نے مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے: ''مگر یہ کہ انہوں نے باقی رہنا ہی نہ تھا کیوں کہ تمہارے نبی تمام انبیاء کے بعد آخری نبی تھے۔'' حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس روایت کا

ذکر کیا ہے اور اسے صحیح لکھا ہے۔[صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الادب، ج: ۱۰، ص: ۵۷۷]

یہ روایات اگر چہ موقوف ہیں لیکن مرفوع کے حکم میں ہیں۔اس کا تعلق ان امور سے ہے جس میں رائے کا دخل نہیں۔

(ج)......درحقیقت لفظ ''لو'' کسی امر کے واقع ہونے یا اس کے ثابت ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے:

﴿ لو كان فيهما آلهة ...... ﴾

⑥...... یہ حدیث کہ ''میں نبیوں میں آخری ہوں اور میری مسجد مساجد میں آخری ہے۔'' [صحیح مسلم]

اس کے بارے میں قادیانی مبلغ لکھتا ہے ''مسجد نبوی ﷺ کے بعد بے شمار مساجد تعمیر کی گئیں لہٰذا یہ سمجھنا کہ مسجد نبوی آخری مسجد ہے کیسے ممکن ہے؟

چناں چہ مطلب یہ ہوا کہ اس مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد تعمیر نہ کی جائے گی جس میں عبادت کا طریقہ کار اس سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بعد کوئی نبی بھی آئے گا تو وہ اسی سنت اور شریعت پر عمل کرنے کا پابند ہوگا۔

قادیانی مبلغ کے اس استدلال کا جواب یہ ہے:

(ا)......ہمیں حدیث ''میری مسجد مسجدوں میں آخری مسجد ہے'' کے سیاق وسباق کو بہ نظر عمیق دیکھنا نہایت ضروری ہے۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ الاغر جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ''مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے، اور بے شک رسول اللہ ﷺ نبیوں میں آخری ہیں اور ان کی مسجد مساجد میں آخری ہے۔''

دوسری روایت میں ہے، ہم سے عبدالرحمٰن بن ابراہیم نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بے شک میں انبیاء میں آخری ہوں اور میری مسجد مساجد میں آخری ہے۔'' [صحیح مسلم مع شرح نووی، ج: ۰۹، ص: ۱۶۴]

اس حدیث میں مسجد نبوی اور مسجد الحرام کے مابین فضیلت کا تقابل کیا گیا ہے جب کہ دوسری حدیث میں تین مساجد کی فضیلت کا ذکر ہے یعنی مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ لہٰذا اس سیاق وسباق کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو آخری مسجد ان انبیاء کی مساجد میں آخری ہو سکتی ہے کیوں کہ باقی دونوں مساجد بھی انبیاء نے تعمیر کی تھیں۔

چناں چہ اس روایت میں مساجد کے ساتھ ''ال'' درحقیقت مضاف الیہ کی جگہ سمجھنا چاہیے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ میری یہ مسجد، انبیاء کی مساجد میں آخری مسجد ہے۔ لہٰذا یہ تاویل ان روایات کی موافقت کرتی ہے جو انقطاع نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ صریح وصحیح منطوق کو مشکوک مفہوم پر مقدم رکھا جائے جیسے کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے۔

بزار نے اپنی سند میں اس حدیث میں اضافہ کے ساتھ اس کی تائید کی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ ''اور میری یہ مسجد، انبیاء کی مساجد میں آخری ہے۔'' منذری نے ترغیب وترہیب میں ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔[الترغيب والترهيب منذری، ج: ۲، ص: ۲۱۴]

ابن نجار نے الدرة الثمنية میں اور دیلمی نے فردوس میں اسی اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[الدرة الثمنية ملحق بشفاء الغرام، ج: ۲، ص: ۳۵۷]

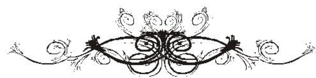
متقی الہندی نے اپنی کتاب کنز العمال میں باب فضل الحرمین میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔[کنز العمال، ج: ۵، ص: ۳۶۱]

ہیثمی نے اسے ذکر کر کے بزار کی طرف منسوب کیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ ''اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔''

[مجمع الزوائد، ج: ٤۔ میزان الاعتدال، ج: ٤، ص: ۲۱۳]

لیکن یہ زیادہ ضعیف ہونے کے باوجود بھی قابل اطمینان ہے کیوں کہ صحیح حدیث کا سیاق اسی کی موافقت کرتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين خاتم النبيين وعلى آله وصحبه الغر الميامين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين۔



تاریخ اسلام

مسلمانوں کی طبی خدمات

تحریر: امان اللہ عاصم، جھبراں

اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے جملہ علوم وفنون میں مسلمانوں کو امتیازی مقام اور نمایاں حیثیت سے نوازا ہے۔ بلکہ بہت سے علوم کا وجود مسلمانوں ہی کا مرہون منت ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں تحقیق وجستجو کا ذوق مفقود ہوگیا اوران کے اسلاف کی علمی کاوشوں سے اہل یورپ نے فائدہ اٹھالیا۔ اگر مسلمان نسلیں اپنے اکابر کی علمی محنتوں اور کارناموں کو (جوان کی اصل میراث تھی) سنبھالتے، اس سے فائدہ اٹھاتے تو آج بھی قرون سابقہ کی طرح مسلمان جدید علمی، طبی، اور سائنسی دنیا میں سربلند ہوتے۔ علامہ اقبال نے بھی تو اسی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیہ پارہ

وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقی اورعروج کی نئی راہیں کھولیں۔ اندلس پہ عیسائیوں کی یلغار کے نتیجہ میں مسلمان مغلوب ہوئے تو ان کی بیش قیمت علمی تالیفات، جن میں سائنس، طب، ریاضی، علم فلکیات اور جدید علوم وفنون سے متعلق تحقیقی مواد تھا، عیسائیوں نے قبضے میں کرلیں اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم کرائے اوران سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور جدید علمی دنیا کے باوا آدم بن بیٹھے۔

جو سائنسی وطبی کارنامے آج دنیا کے لیے حیرت انگیز اور متاثر کن ہیں ان سب کی بنیاد، ایجاد اوران کے اصولوں کی ترتیب وتحقیق کا سہرا دراصل مسلمانوں کے سر ہے۔ لیکن آج بدقسمتی اور لاعلمی کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمان بھی اس بات پر یقین رکھتے اور یقین دلاتے ہیں کہ تمام سائنسی علوم اہل مغرب ہی سے سیکھے گئے ہیں۔ تعصب مذہبی کی وجہ سے اہل یورپ نے اس حقیقت کا اعتراف نہیں کیا کہ انہوں نے یہ تمام علوم مسلمانوں ہی سے لیے ہیں۔ اگرچہ کچھ یورپی سائنسدانوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے لیکن اس کی تشہیر نہیں کی، ان مسلم سائنسدانوں اور علماء کی خدمات کو شہرت دینا تو ہم مسلمانوں کی ذمہ داری تھی لیکن ہم نے اس ذمہ داری کو نبھانا' ضروری نہیں سمجھا یا شائد ہم خود اس حقیقت کو ماننے میں کم ہمتی کا شکار ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ سائنس کی ابتدائی کڑیاں یونانیوں نے فراہم کیں جن سے مسلمانوں نے یہ علم حاصل کیا اور اسے ترقی دی۔ دراصل یونانوں کا سائنسی علم صرف نظریات اور تخیلات تک محدود تھا اور مسلمانوں نے اپنے نبی کی ''محنت میں عظمت'' پالیسی اور طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے ان نظریات کو عملی جامہ پہنایا، اور یہ جذبہ یونانی تمدن میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے تمام سائنسی علوم کو عروج اور ترقی دی۔ اور مسلمانوں کے علمی ذخائر یورپیوں کے ہاتھ لگے تو انہوں نے یہ سارا کریڈٹ اپنی ذات کی طرف منسوب لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ علوم وفنون تھے ہی مسلمانوں کے پاس۔ مسلمانوں نے تقریباً ہر طرح کے علمی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے مسلمانوں کو تفسیر، حدیث، فلسفہ، علم طبیعات، علم نباتات فلکیات، علم الریاضی، اور علم طب میں بالخصوص مہارت حاصل تھی۔ مسلمانوں نے بے شمار کتب کی صورت میں طبی علمی سرمایہ چھوڑا جس سے اہل مغرب نے بہت فائدہ اٹھایا۔

زکریا رازی اور بوعلی سینا کا شمار دنیا کے معروف اور بہترین اطباء میں ہوتا ہے۔

امام ابومحمد زکریا رازی (۳۰۸ھ/۹۳۲ء) عظیم مفکر، سائنس دان

اور قابل ناز طبیب تھے۔ابتدائی طبی امداد(First Aid) کا طریقہ پہلی مرتبہ امام رازی نے جاری کیا۔

''میزان طبی'' (دواؤں کا صحیح وزن کرنے کا ترازو) رازی نے ایجاد کیا جو ہر جگہ،خصوصا سائنسی تجربہ گاہوں میں آج بھی مستعمل ہے۔

آپ کا سب سے بڑا طبی کارنامہ چیچک کے مرض کی تحقیق ہے۔ اس کے بارے انہوں نے ایک کتاب ''الجدری والحصبہ'' کے نام سے لکھی جو اپنے موضوع پر دنیا کی پہلی کتاب تھی۔اور یہ کتاب اٹھارویں صدی تک یورپین یونیورسٹیوں میں شامل نصاب رہی ہے۔

ان کی ایک تصنیف ''کتاب المنصوری'' دس جلدوں پر مشتمل ہے اس میں طب یونانی پر بحث کی گئی ہے۔اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

دوا سازی پر انہوں نے ایک شہرہ آفاق اور مقبول ترین کتاب ''کتاب الاسرار'' لکھی جس میں کیمیاوی مادوں کی تیاری اور ان کے استعمال کے بارے بحث کی گئی ہے۔

علم طب میں ان کی شاہکار تصنیف ''الحوی'' علم طب کا جامع ترین انسائیکلو پیڈیا ہے۔اس کتاب کی تصنیف میں زکریا نے پندرہ سال صرف کئے لیکن اپنی زندگی میں اسے مکمل نہ کر سکے۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد نے اسے پورا کیا۔یہ کتاب یورپ کی لائبریریوں میں آج بھی موجود ہے۔طب کی اتنی جامع کتاب دنیا کی کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔

انہوں نے امراض نسواں اور دایہ گیری پر بھی بہت کتابیں لکھیں۔ بچوں کی بیماریوں کے بارے میں ان کی کتاب نے انہیں ''بابائے امراض اطفال'' کے خطاب سے نوازا۔

۱۹۱۳ءکو لندن میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی طبی کانگریس کے اجلاس میں آپ کو طب کا ''ڈاکٹر'' تسلیم کیا گیا۔

دوسری مرتبہ ۱۹۳۰ءکو فرانس کے شہر پیرس میں یہ اجلاس منعقد ہوا، وہاں بھی آپ ہی کو طب کا ''ڈاکٹر'' تسلیم کیا گیا۔

آپ کی کتاب ''الحاوی فی الطب'' ہیثم خلیفہ کی تحقیق کے ساتھ دار احیاء التراث العربی بیروت نے ۲۰۰۲ء میں آٹھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب دارالمعارف ریلوے روڈ لاہور کی لائبریری میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

ابوعلی سینا (۹۸۰ء-۱۰۳۷ء) کی کتاب ''القانون فی الطب'' عربی طب کا نقطہ عروج تصور کی جاتی ہے۔اس میں سات سو ساٹھ نسخوں کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔ایک مغربی مصنف نے لکھا ہے کہ کسی طبی کتاب کا مطالعہ اتنا نہیں ہوا جتنا کہ اس کتاب کا ہوا۔اس کتاب میں انہوں نے سر تا پاؤں تک تمام بیماریوں کی تشخیص اور علاج کے طریقے درج کیے ہیں۔۲۰۰۵ء کو دار احیاء التراث العربی بیروت نے یہ کتاب چار جلدوں میں شائع کی ہے۔ راقم الحروف کو یہ کتاب دارالمعارف ریلوے روڈ لاہور کی لائبریری میں دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

امراض چشم میں موتیابند کا علاج آپریشن کے ذریعے دریافت کرنے والے معروف مسلمان ماہر طب ابوالقاسم عمار الموصلی (۱۰۰۵ء) تھے۔انہوں نے اس مرض کی تشخیص وعلاج کے متعلق ایک ضخیم کتاب ''علاج العین'' لکھی۔جس کا پہلا ترجمہ یورپ میں اور دوسرا ترجمہ ۱۹۰۵ء کو جرمنی میں شائع ہوا۔

ابن بیطار (۱۲۴۸ء) ماہر نباتات تھے۔انہوں نے ''الجامع فی الادویہ المفردہ'' لکھی جس میں دوسو سے زائد پودوں اور ترکاریوں کے طبی فوائد اور نسخے بیان کیے ہیں۔

انہوں نے بیس ابواب پر مشتمل ایک کتاب ''المغنی فی الادویہ المفردہ'' میں مفردات کی خصوصیات تفصیل سے ذکر کی ہیں جو سر، کان، آنکھ، ناک اور دوسری بیماریوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

عالم اسلام نے سرجری کو بہت ترقی دی دنیائے اسلام کے سب سے عظیم سرجن ''زہراوی'' تھے۔ان کی شہرہ آفاق کتاب ''التصریف'' ہے جو کہ تیس جلدوں پر مشتمل طبی انسائیکلو پیڈیا ہے۔اسکی آخری تین جلدیں سرجری کے آلات کے نقشوں پر مشتمل ہیں۔وہ ایک ممتاز دندان ساز بھی تھے اور خراب دانت کی جگہ مصنوعی دانت لگانے میں ماہر تھے۔

[باقی صفحہ نمبر ۲۷ پر]

تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا مقتدی حسن ازہری (بھارت) اوران کی ایک علمی خواہش

حافظ صلاح الدین یوسف (مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام لاہور)

مولانا مقتدی حسن ازہری بھی داغ مفارقت دے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا مرحوم کی زیارت اور ملاقات کی شدید خواہش تھی۔لیکن پاک وہند کی غیر انسانی حکومتوں اوران کی سیاسی آویزشوں نے آنے جانے کی راہ میں جوغیر ضروری رکاوٹیں کھڑی کررکھی ہیں،قربِ مکانی کے باوجودانہوں نے مشکلات کے ہمالیے کھڑے کردیے ہیں جنہیں عبورکرنااہل علم کے لیےکارے دارد ہے۔

اس سے قبل محدث ہند مولانا عبیداللہ رحمانی،مولانا عبدالوحید آف بنارس،مولانا رئیس احمد ندوی خطیب اسلام مولانا جھنڈانگری رحمہم اللہ اجمعین۔اور دیگر بہت سے اہل علم کی زیارت کے شرف سے محرومی مسلسل قلق واضطراب کاباعث ہے۔

قدر اللہ ما شاء وما لم یشأ یکن ۔

مولانا ازہری رحمہ اللہ سے ایک موضوع پرتقریباً ربع صدی سے وقتاً فوقتاً خط وکتابت کے ذریعے سے ایک تعلق قائم تھا،اس کاعلم ان کے قریبی رفقاء کوبھی غالبًا ہوگا، وہ ایک علمی امانت بھی ہے اوران کی علمی تڑپ کا مظہربھی جس کووہ اس کے پورا کرنے کی شدید خواہش اورکوشش کے باوجوداپنے ساتھ ہی لے گئے۔اس کی وضاحت اس لیےضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس کام کے کرنے کی واقعی ضرورت واہمیت ہے، مولانا ازہری کے ذریعے وہ کام اگرنہیں ہوسکا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب اس کی ضرورت یاافادیت ختم ہوگئی ہے۔

وہ کام ضرور ہونا چاہیے،اس کی افادیت وضرورت مسلمہ ہے اور وہ پاک وہند کےعلماءاورمرکزی جماعتوں اوراصحابِ وسائل اداروں کی ذمے داری بھی ہے، بالخصوص فضلائے مدینہ یونیورسٹی کی،جن کی ایک معقول تعداد پاک وہند میں موجود ہے۔

وہ کام ہے راقم کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کوعربی کا جامہ پہنانے کا، جومولانا مودودی کی رسوائے زمانہ کتاب ''خلافت وملوکیت'' کا مدلل اورعلمی وتحقیقی جواب ہے۔مولانا مرحوم نے اپنے پہلے مکتوب میں تحریرفرمایا تھا کہ اس کتاب کوعربی میں منتقل کرنے کی شدید ضرورت ہے، میری مصروفیات مجھے اجازت نہیں دیتیں ورنہ میں خود یہ کام کرتا،آپ اس کے لیےکوشش فرمائیں۔

راقم نے ان کو جواب میں تحریر کیا کہ راقم کی بھی یہ شدید خواہش ہے بالخصوص جب سے راقم کےعلم میں یہ آیا ہے کہ مولانا مودودی کی کتاب کویت سے عربی میں ''الخلافۃ والملک'' کے نام سے شائع ہوگئی ہےتو یہ خواہش شدید تر ہوگئی ہے۔کیوں کہ اس کی ضرورت بھی فزوں تر ہوگئی ہے۔لیکن پاکستان میں میں نے کئی فضلائے مدینہ کوبھی اس طرف متوجہ کیا۔لیکن نتیجہ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔کی صورت میں نکلا،اس لیےآپ ہندوستان میں فضلائے مدینہ سے یہ کام کرواسکتے ہیں تو اس کے لیے ضرورکوشش فرمائیں۔

کچھ عرصے بعدمولانا مرحوم نے راقم کولکھا کہ میں نے چنداہل علم کواس کام کے لیے تیار کرلیا ہےاوراس کےاجزاء میں نے ان میں تقسیم کردیے ہیں، وہ تھوڑا تھوڑا حصہ عربی میں منتقل کردیں گے۔لیکن اس کے بعدکیا ہوا؟ جن حضرات کے سپرد یہ کام کیا گیا انہوں نے کچھ کیا یا نہیں؟ اس کی تفصیل وہی جانتے تھے یا شاید مولانا صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ (کویت) کےعلم میں ہو۔راقم کومزید تفصیلات کاعلم نہیں۔ لیکن سالہا سال کی خاموشی سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ازہری رحمہ اللہ

اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دو سال قبل پھر ان کا مکتوبِ گرامی آیا کہ آپ اس کام کے لیے مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب حفظہ اللہ کو آمادہ کریں۔ راقم نے ان کا وہ مکتوب مولانا مجاہد صاحب کو جب وہ پاکستان تشریف لائے، دکھایا تو انہوں نے اس مکتوب پر ہی اپنے دست مبارک سے حسب ذیل عبارت تحریر کر کے مجھے واپس کر دیا کہ یہ مولانا مقتدی حسن کو بھیج دیں۔

''یہ کام آپ ہندوستان میں اپنی زیرنگرانی کروالیں، سارا خرچہ میں برداشت کرلوں گا۔''

یہ مکتوب راقم نے مولانا ازہری کو ارسال کر دیا، لیکن پھر ان کا جواب نہیں آیا۔ یہ گویا آخری مکتوب ثابت ہوا۔

اس مختصر تفصیل سے اصل مقصود یہ ہے کہ محولہ کتاب کو عربی میں منتقل کرنے کی واقعی شدید ضرورت ہے، مولانا ازہری رحمہ اللہ خواہش اور کوشش کے باوجود یہ کام نہیں کر سکے، تو دوسرے اہل علم کو جو عربی اور اردو دونوں زبانوں میں مہارت اور انشا و تحریر کا سلیقہ رکھتے ہیں، اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے یا جو بڑے ادارے ہیں جیسے دارالسلام (الریاض) یا ''احیاء التراث الاسلامی'' (الکویت) وغیرہ وہ اہل علم کے ذریعے سے یہ کام کروائیں اور عالم عرب میں اس کتاب کو متعارف کروائیں۔

اس میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت عثمان و معاویہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ و عمرو بن عاص وغیرہم رضی اللہ عنہم کا دفاع ہے، مغربی جمہوریت جس کی زلف گرہ گیر کے بڑے بڑے اہل علم اسیر و گرویدہ ہیں۔ حالاں کہ اس نے اسلامی ملکوں سے اسلامی اقدار و روایات کا جنازہ نکال دیا ہے، اس کی حشر سامانیوں کی تفصیل ہے اور اسلامی نظامِ حکومت کی ضروری تفصیل ہے جس کے لیے اس وقت دنیا چشم براہ ہے۔

وفقنا اللّٰہ لما یحب ویرضٰی

وما علینا الا البلاغ المبین



بقیہ: مسلمانوں کی طبی خدمات

ان کی کتاب میں دندان سازی کے متعلق آلات کی تصاویر دی گئی ہیں۔ ان کی اسی کتاب نے یورپ میں سرجری کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے سرجری کے بہت سے آلات بھی ایجاد کیے جن میں سے تین بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو حلق سے کسی چیز کو نکالنے میں کام آتا ہے، اور دوسرا زخم کی گہرائی معلوم کرنے اور پیشاب کی نالی کے اندرونی حصے کے معائنے میں تیسرا کان کے معائنے میں کام آتا ہے۔

جابر بن حیان (۸۱۷ء) جو کہ امام جعفر صادق کے شاگرد رشید تھے۔ اپنے دور کے عظیم، معروف طبیب اور ماہر کیمیا تھے، کوفہ میں مطب کرتے تھے۔

ابن اسحاق الکندی (۸۷۳ء) نے فلسفہ، فلکیات، نجوم، ریاضی کے علاوہ طب پر بھی ۲۲ ضخیم کتابیں لکھیں۔

سب سے پہلا ہسپتال مسلمانوں نے قائم کیا اور اسے رواج دیا۔ خلافت عباسی میں ۳۴ ہسپتال کام کرتے تھے۔ ان بڑے ہسپتالوں میں حکیموں کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ انتظام تھا جہاں حکیموں کا باقاعدہ طور پر امتحان لیا جاتا اور پھر سند دی جاتی تھی۔ ہسپتالوں میں طبی کتب خانے بھی قائم تھے۔ اس طرح سے مسلمانوں نے علمی اور عملی طور پر طب کے مختلف پہلوؤں میں بہتر سے بہتر خدمات سرانجام دیں۔



دعائے مغفرت

جناب افتخار احمد فاضل مدینہ یونیورسٹی مدیر جمعیۃ المناہل الخیریہ وزیر آباد کی والدہ محترمہ ۳۱ مئی بروز پیر کو وفات پا گئیں۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ بڑی صالحہ خاتون تھیں۔ ان کی نماز جنازہ مولانا محمد یونس بٹ (جامعہ سلفیہ فیصل آباد) نے پڑھائی۔

احباب جماعت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[امیر حمزہ حماد طور، گوجراں والا]

مشاهیر نامه

مکتوبات مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

①

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز محترم بارک اللہ لکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دو ہفتے سے زیادہ ہو رہا ہے آپ کا خط ملا ہے۔ کیا عرض کروں کہ ایک طویل عرصہ کے بعد آپ کی خیریت معلوم کر کے دل کو کتنی بڑی مسرت اور بہجت حاصل ہوئی ہے۔ میں ہی نہیں جس جس کو یہاں آپ کے خط کے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور جس جس کو آپ کا سلام پہنچایا، سبھی نے دلی خوشی کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی سب نے اس حسرت کا اظہار بھی کیا کہ اب ان سے بظاہر ملاقات کی امید نہیں معلوم ہوتی۔ کاش ملاقات کی کوئی صورت نکل آتی۔

آپ نے اپنے اس خط میں اپنا کوئی پتہ صاف نہیں لکھا ہے، صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ ''میں مدرسہ سعدیہ کراچی میں آج کل تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔'' میں نے اس بات کا تجربہ کرنے کے لیے کہ یہ پتہ آپ کا کافی ہے یا نہیں؟ ایک کارڈ آپ کو لکھا ہے مگر اس کا جواب نہیں آیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پتہ کافی نہیں ہے۔ آخر انتظار کرنے کے بعد اب یہ خط شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب کی معرفت بھیج رہا ہوں، خدا کرے کہ آپ کو بحفاظت وصول ہو جائے۔ غالباً یہی کمی حضرت مولانا عبیداللہ صاحب کے خط میں بھی ہوگی اسی لیے انہوں نے جواب نہ دیا ہوگا۔ اگر یہ خط آپ کو مل جائے تو اپنا پورا پتہ صاف صاف لکھیے تاکہ وقتاً فوقتاً ''نصف ملاقات'' تو کر لی جایا کرے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بنارس کا ماحول میرے لیے ہر طرح راس آ رہا ہے اور میں پوری طرح مطمئن اور خوش ہوں۔ یہاں کے لوگ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ (مولوی محمد یحییٰ، محمد زبیر، عبدالوحید، عبدالقدوس وغیرہ) سب آپ کو یاد کرتے ہیں، اور اس بعد المشرقین پر متاسف ہیں۔

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو صحیح بخاری پڑھانے کا موقع بھی اللہ تعالیٰ نے عنایت کیا۔ **فبارك الله فى علمك وايدك بروح القدس**

معروف شروح بخاری تو مطالعہ میں ہوں گی ہی ساتھ ہی علامہ سندھی کا حاشیہ بھی ضرور مطالعہ میں رکھیے۔ جو بخاری مطبوعہ مصر کے ہامش پر طبع ہوا ہے۔ بعض جگہ بڑے اچھے اور گہرے نکات بیان کیے ہیں۔

یہاں مولوی عبدالقدوس وغیرہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ترمذی کی تقریرات کا کوئی نوٹ ان لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ مولوی عبدالقدوس یہ بھی کہہ رہے تھے کہ تفسیر والے نوٹ کے واپس کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

سیرۃ البخاری کی بابت مولانا عبیداللہ صاحب کو میں نے لکھ دیا ہے مگر مشکل وہی ہے کہ آپ کا پتہ صاف معلوم ہو تب نا؟ ورنہ کیسے بھیجی جائے؟

جامعہ رحمانیہ میں فی الحال عربی شعبہ میں چار مدرس اور پندرہ بیس طلبہ (بیرونی) ہیں۔ جن کے کھانے کے لیے مطبخ کا نظم ہے۔ آئندہ مزید ترقی کے منصوبے ہیں۔

مولوی عبدالمتین صاحب اور مولوی عبدالمجید الحریری صاحب خیریت سے ہیں۔مولوی حافظ ابوالقاسم صاحب اکثر بیمار رہتے ہیں۔ٹی،بی کے مریض ہیں آپ کو خاص طور سے سلام کہہ رہے ہیں اور صحت کے لیے دعا کے طالب ہیں۔

پانڈے حویلی کے عبدالغفار کا تو انتقال ہو گیا،البتہ عبدالستار حیات ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔مولوی ابوالخیر صاحب اب اپنے گاؤں ہی کے ایک مکتب میں مدرس ہو گئے ہیں۔اس لیے گھر ہی پر رہتے ہیں۔

عبارت مسئولہ عنہا کا مطلب:

مقدمہ ابن خلدون کی جس عبارت کی بابت آپ نے سوال کیا ہے۔اس کا مطلب سمجھنے کے لیے مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی ''سیرۃ النعمان'' میں ''اصول درایت'' کی بحث پڑھیے۔شبلی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے درایت کے جو اصول قائم کیے ان میں سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

①......''جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو وہ اعتبار کے قابل نہیں۔''......اس اصول کو بیان کر کے مولانا شبلی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اس اصول کو علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔''

مقدمہ ابن خلدون میں اس عبارت کے علاوہ کوئی دوسری عبارت مجھے ایسی نہیں ملی جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قانون اور اصول کا ماخذ قرار دی جا سکے۔اور کہا جا سکے کہ ''ابن خلدون نے اس اصول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔'' لیکن ابن خلدون چوں کہ ''فقیہ'' نہیں بلکہ ''فیلسوف'' تھے اس لیے انہوں نے اس اصول کو فقیہانہ الفاظ کے بجائے،فلسفیانہ انداز میں بیان کیا ہے۔حکماء کے نزدیک کسی مطلوب کے حاصل کرنے کے لیے مقدمات معلومہ میں نظر وفکر کرنا ''نفس'' کا اختیاری ''فعل'' ہے۔اس نظر وفکر کو ابن خلدون نے ''فعل نفسی'' کہا ہے۔اور مولانا شبلی نعمانی نے ''عقل قطعی'' سے تعبیر کیا ہے۔

پس ابن خلدون کے الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اُس حدیث کی ''روایت'' کو ضعیف قرار دیا جو (اگر چہ سند کے اعتبار سے صحیح اور) یقینی ہے مگر نظر وفکر (عقل ودرایت) اس کی ''روایت''☆ کے مخالف ومعارض ہے۔یعنی عقلاً وہ حدیث اس قابل نہیں ہے کہ نقل وحکایت اور ذکر وبیان کے ذریعہ اُس کو پھیلایا جائے۔

امید ہے کہ عزیزم صہیب سلمہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے ہوں گے۔ان کی صلاحیت کا حال مولوی عبدالرحمٰن ابن الشیخ مولانا عبیداللہ صاحب کی زبانی معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی۔**بارك الله فی علمه وعمله**

ہلال احمد اس سال تعطیل میں مکان نہیں آیا تھا۔اس خط کی وصولی اور اپنی خیریت سے مطلع کیجیے۔

والسلام

نذیر احمد رحمانی

دارالاقامہ ۱۶/۷۵

پانڈے حویلی،بنارس (انڈیا)

اسی پتہ پر مجھے خط لکھئے

۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

☆ فیه اشارة الی مرجع الضمیر فی قوله اذا عارضها

............................(۲)............................

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز مکرم بارک اللہ لکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے دونوں کارڈ یکے بعد دیگرے موصول ہوگئے ہیں۔ دو تین روز ہوئے جامعہ رحمانیہ کی موجودہ سند کی اصل کاپیاں آپ کو بذریعہ بک پوسٹ بھیج دی ہیں۔ خدا کرے کہ حفاظت سے پہنچ جائیں۔

''مرکزی دارالعلوم'' کی تاسیس کی تقریب کے سلسلہ میں کافی مصروفیت رہی اس لیے آپ کے خطوط کے جواب میں تاخیر ہوگئی۔ الحمد للہ خیر وخوبی کے ساتھ یہ تقریب انجام پا گئی۔ ظاہری اعتبار سے تو بڑی حوصلہ افزا کامیابی ہوئی ہے۔ یعنی فراہمی سرمایہ کا مرحلہ تو ان شاء اللہ طے ہو جائے گا، مگر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے مخلص کارکن اور اونچے معیار کے مدرسین کا معاملہ بڑا مشکل نظر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور اس راہ کی ہر مشکل کو آسان کرے۔ آمین

انصراف ''ابو ہریرۃ'' کے قائلین کا یہ اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا کہ اگر یہ غیر منصرف ہے تو ''ابو'' کے اعراب میں اختلاف عوامل سے تغیر کیوں ہوتا ہے؟...... اس لیے کہ اس کے غیر منصرف پڑھنے والے ''ہریرۃ'' میں منع صرف کے دو سبب (علمیۃ اور تانیث) مانتے ہیں، خواہ علمیۃ شخصی ہو یا علمیۃ جنسی۔

كما قال القاری فی شرح المشكوٰة واللاوجه فی وجه عدم انصراف هريرة فی ابی هريرة هو ان هريرة صارت علما لتلك الهرة ۔ اه

وذلك لانها كناية عن الهرة التی كانت مأنوسة ومألوفة بابی هريرة رضی الله عنه والتصغير قرينة عليه فان التصغير لا يوتی به الا ليحصل عنه معنی جديد لم يكن فی المكبر وان كان المقصود به معنی الجنس لم يحتج الی التصغير ۔

تحفۃ الاحوذی میں آپ نے دیکھا کہ ''ابن دایہ'' میں ''دایہ'' کا غیر منصرف ہونا ثابت اور مسلّم ہے۔ اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اس میں تانیث اور علمیۃ ہے۔ علمیۃ بھی شخصی نہیں بلکہ جنسی ہے۔ معلوم ہوا کہ مطلق علمیۃ (شخصی ہو یا جنسی) منع صرف کا سبب ہے۔

پس ''ابن دایہ'' میں ''ابن'' کے اعراب میں اختلاف عوامل سے تغیر کی جو وجہ بیان کی جائے گی وہی وجہ ''ابو ہریرۃ'' کے لفظ ''ابو'' میں بھی جاری ہوگی۔

مولوی عبدالقدوس سلمہ کو تفسیر والی کاپی کا انتظار نہیں ہے اس لیے اس کے واپس کرنے کی فکر میں آپ کیوں پڑیں۔

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ شیخ عبدالوہاب صاحب مدرسہ سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ ختم بخاری پر ان کا خصوصی اہتمام دین سے وابستگی کی علامت ہے۔ وفقه الله لما يحبه ويرضاه

والسلام

نذیر احمد رحمانی

دارالاقامۃ ۱۶/۷۵

پانڈے حویلی، بنارس

۱۴/دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ۲۷/رجب ۱۳۸۳ھ

............................(۳)............................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز محترم مولوی عبدالغفار حسن صاحب بارک اللہ لکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برخوردار ہلال احمد سلمہ کے خطوط سے یہ خوش خبری مل چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''جامعہ اسلامیہ'' مدینہ طیبہ کی خدمت کی سعادت بخشی ہے، اوراس بہانے جوارِ رسول ﷺ کا شرف بھی حاصل ہوگیا ہے۔ زہے نصیب! اللہ تعالیٰ اس سعادت اوراس شرف سے بہرہ اندوز ہونے کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آں عزیز ہی کی معرفت آپ کے سلام بھی پہنچتے رہے ہیں، اور میں بھی تقریباً اپنے ہر خط میں ان کو اس کی ہدایت کرتا رہتا ہوں...... بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ طلبہ آپ سے دن بہ دن مانوس ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو وہاں استقامت بخشے، آمین۔

آپ کا وہاں پہنچ جانا میرے لیے اس اعتبار سے مزید مسرت کا باعث ہے کہ ہلال احمد سلمہ کو آپ کی تعلیم اور آپ کی تربیت دونوں چیزوں سے استفادہ کا موقع ملے گا۔ مجھے امید ہے کہ میری طرف سے کسی یاددہانی کے بغیر آپ خود ہی عزیز موصوف کے متعلق ان باتوں کا خیال رکھتے ہوں گے۔ ان کو برابر اس کی ہدایت کرتے رہیے کہ تحریر اور تقریر دونوں اعتبار سے عربی زبان پر قدرت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ گفتگو تو ہر حالت میں عربی ہی میں کرنی چاہیے۔ علمی رسوخ پیدا کرنے کے لیے مناسب کتابوں کے مطالعہ کا بھی حسب موقع مشورہ دیتے رہیے۔ عملی اعتبار سے بھی ابھی ان میں کافی خامیاں ہیں، ان خامیوں کی بابت بھی ان کو مصلحانہ نصیحت کرتے رہیے۔

میری صحت پوری طرح تو قابل اطمینان نہیں، تاہم بفضلہٖ تعالیٰ ان دنوں نسبتاً اچھا ہوں۔ یہاں سب لوگ آپ کو بار بار یاد کرتے ہیں، ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں۔

رمضان شریف کی تعطیل ہوگئی ہے مگر میں اپنے علاج کے سلسلہ میں بنارس ہی میں مقیم ہوں۔

والسلام

نذیر احمد رحمانی، بنارس

۸ رمضان ۸۴ھ

اظہارِ تعزیت

گزشتہ دنوں لاہور میں جماعت ومسلک اہل حدیث کے دو جید علمائے کرام مولانا محمد ادریس ہاشمی اور مولانا محمد ادریس فاروقی اپنی زندگی کی مدت پوری فرما کر اپنے مالک وخالق کی بارگاہ میں پیش ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دونوں بزرگوں کی وفیات پر دفتر الاعتصام میں تعزیتی پیغامات وصول ہوئے ہیں۔ ان احباب کے نام ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) مولانا محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی (۲) مولانا محمد ابراہیم خلیل (حجرہ شاہ مقیم) (۳) پروفیسر مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری (۴) انجینئر عبدالسلام لاہور (۵) ڈاکٹر محمد یونس لاہور (۶) شہادت طور منیجر تنظیم اہل حدیث لاہور (۷) ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجرانوالا (۸) حافظ محمد اسلم شاہدروی (۹) مولانا عبدالرحیم اظہر کریمی، ڈی جی خان (۱۰) سید کلیم حسین شاہ، اسلام آباد (۱۱) جناب محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد (۱۲) پروفیسر عبدالحکیم سیف (۱۳) مولانا محمد ابرار ظہیر، گوجرانوالا (۱۴) ملک عبدالرشید عراقی (۱۵) سعید احمد بھٹی، لاہور۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

بقلم: حسن الاشرف

خاتونِ مسلم اور فرصت کے اوقات

مترجم: طارق منہاس

جناب فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ساری مخلوق کے مقابلے میں عبادت کا زیادہ مستحق ہے اس لیے کہ وہ بندوں کا خالق، اُن کا محسن، روزی رساں اور اُن کے ظاہر وباطن کو جاننے والا ہے۔ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو سزا دینے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اسی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اُن کو اس کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾

''نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دے گی میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں نہ میں اُن سے روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی روزی رساں، توانائی دینے والا زورآور ہے۔'' [الذاریات: ۵۵-۵۸]

اس عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے اپنی تمام عبادات یعنی دعا، خوف، اُمید، نماز، روزہ، قربانی اور نذر و نیاز میں اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا جانیں اور اس کے علاوہ دوسری عبادات اللہ رب العزت کی عظمت سے فروتر ہو کر کمال درجے کی محبت کے ساتھ اُس کے حضور گڑگڑا کر، ذوق، شوق اور خوف وخشیت کے ساتھ ادا کریں۔ صحیحین میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا))

''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

عبادت صرف نماز روزے وغیرہ کا نام ہی نہیں ہے بلکہ یہ کھانے پینے سے لے کر انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نوازشوں کی تعریف کرتا ہے تو اس طرح وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اپنی عبادت کو ضائع نہیں ہونے دیتا اسی طرح اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فارغ وقت کو ضائع نہ کرے اس لیے کہ وقت ہی وہ برتن ہے جس میں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا کو سمیٹنا ممکن ہوتا ہے۔

وقت ہی انسان کی عمر ہے اگر اُس نے وقت کو بے کار کاموں میں ضائع کر دیا تو گویا اُس نے اپنی عمر کو ضائع کر دیا۔

مسلمان عورت کے فارغ وقت کا موضوع نیا اور بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ عام طور پر عورت ہی فارغ اوقات میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فارغ وقت اُسے کبھی کبھی بے کار کاموں میں مصروف کر دیتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" إِنْ لَمْ تُشْغِلْ نَفْسَكَ بِالْحَقِّ شَغَلَتْكَ بِالْبَاطِلِ ۔"

''اگر تم نے اپنے آپ کو حق کی راہ میں مصروف نہ کیا تو وہ تمھیں باطل میں مشغول کر دے گا۔''

خاتونِ مسلم کی فراغت کے اسباب

گھریلو ذمہ داریوں کو دوسروں کے سپرد کرنا: اکثر خواتین اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے اعراض کرتی ہیں۔ بایں صورت قریب ہے کہ وہ گھر بالکل ہی آزاد ہو جائے۔ اس طرح کہ کھانے کی تیاری اور جھاڑ پونچھ وغیرہ جیسے کام کاج خادمہ کے سپرد ہوتے ہیں اور گھر کی ذمہ دار کو اپنے ہاتھ سے کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا اس صورت میں اُس کے پاس اچھا خاصا فارغ وقت ہوتا ہے جسے استعمال میں لانا اُس کے لیے مشکل ہوتا ہے یہاں تک کہ اولاد کی تربیت ونگہداشت کی اہم ذمہ داری بھی وہ

گہوارے کے سپرد کر دیتی ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماں اور اولاد کے درمیان محبت، شفقت اور الفت کے رشتے ڈھیلے پڑھ جاتے ہیں۔ گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی سے دور رہنے کی وجہ سے یہ کاہلی مسلمان عورت کو ایک کھوکھلا انسان بنا دیتی ہے کہ جس سے ایسی عورت میں بے کار عادتیں آجاتی ہیں۔

عورت کی اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے کاوش: جو عورت اپنے خاوند کے ان حقوق کا خیال نہیں رکھتی جن کا وہ مستحق ہے، اُس کی فرماں برداری، اس کی رضامندی کی تلاش، بیمار پرسی کرنا، کھانا کھلانا اور نرم رویے کا خیال نہیں رکھتی، یقیناً وہ عورت شادی بیاہ کے عظیم فوائد سے ناواقف ہے۔ اِن ذمہ داریوں سے غفلت کے نتیجہ میں وہ فارغ وقت گزارنے پر مجبور ہوتی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ بسیار کوشش کے باوجود وہ اپنے وقت کو منظم نہیں کر سکتی۔ مسلمان عورت کی خاوند اور اولاد کی نسبت سے گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی اس کے شب و روز کے استعمال کا بہترین مصرف ہوتی ہے۔

وقت کی ترتیب میں بدنظمی: عام طور پر عورت اپنے عمدہ اور قیمتی اوقات کئی کئی گھنٹے سو کر گزارتی ہے۔ ہم اُس کے سونے پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ اُس کے لیے خاوند کے حقوق اور گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی کے اعتبار سے اپنے معمولات کو مرتب کرنا ضروری ہے اسی طرح عبادت الٰہیہ کی انجام دہی بھی۔ یہ عمدہ طرزِ زندگی مسلمان عورت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ روزانہ زیادہ سے زیادہ سات گھنٹے سونے کے لیے رکھے اور دن رات کے باقی اوقات کو نیک بیوی اور نہایت شفیق اور پاکیزہ ماں کا کردار ادا کرتے ہوئے تقسیم کرے۔ اس طرح اُسے محسوس بھی نہیں ہوگا کہ وقت اور دن بغیر کوفت کے گزر جائیں گے اور وہ اپنے دل میں رشک وسعادت کے احساس کو بھی محسوس کرے گی۔

برا ہم نشین: اگر مسلمان عورت کی بری اور بد اخلاق سہیلیاں ہوں تو فوراً اُنھیں چھوڑ نا چاہیے۔ اس لیے کہ بری سہیلی لازماً مسلمان عورت پر برا اور منفی اثر ڈالے گی جو وقت گزرنے پر اُس کی عادات میں پختہ ہو جائیں گی۔ برے دوست کی مثال لوہار کی بھٹی کی مانند ہے جو بھی اُس کے پاس بیٹھے گا، ضرور کچھ تکلیف اور حرارت محسوس کرے گا۔

وقت کی حفاظت کیسے ممکن ہے؟ مسلمان عورت اپنے وقت کو ضائع ہونے سے اس طرح بچا سکتی ہے کہ وہ زائد وقت جیسے جمعہ یا اتوار کا دن انھیں فقط چھٹی کا دن ہی خیال نہ کرے بلکہ ہر مسلمان مرد عورت جمعہ کے دن کی اہمیت کو سمجھے اور ساتھ ہی اُس دن کچھ جز وقتی پروگرام ترتیب دے۔ صبح سویرے غسل کے لیے اٹھتی ہے پھر کھانا تیار کرتی ہے اور گھر کے کام کاج کرتی ہے۔ اُس کے بعد اپنے کمرے میں بیٹھ کر سورۂ کہف کی تلاوت کرتی اور نماز پڑھتی ہے۔ مسلمان عورت کے لیے چاند کی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ، پیر اور جمعرات کے روزے رکھنا بھی مناسب ہے اس کے علاوہ فضیلت والے ایام میں تلاوت قرآن، حفظ اور اُس پر غور وفکر کرنا ضروری ہے۔ ایک پارے کو روزانہ کا معمول بنائے اس طرح کہ چار صفحات نماز سے پہلے یا بعد میں تلاوت کرے۔ اپنی اولاد، سہیلیوں اور بہنوں کو تعلیم دینا اور احادیث کو زبانی یاد کرنا اور انھیں ذہنوں میں پختہ کرنا۔ اِنھی تعلیمی خطوط پر چلتے ہوئے بعض فقہی کتابوں کی بھی معلومات رکھے پھر سیرت یا عقیدے کے لیے ایک دو گھنٹے خاص کرے۔ سیرت کے لیے الرحیق المختوم اور عقیدے کے لیے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید نہایت مناسب ہے۔ ان تمام امور کے ساتھ ساتھ دن رات کے اکثر اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اس کے لیے جواذکار افضل البشر محمد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اُنھیں ہی حرز جان بنائے۔ اس کے لیے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی الوابل الصیب من الکلم الطیب عمدہ ہے۔

صحبت صالح (نیک ہم نشین): مسلمان عورت نیک سہیلی کے انتخاب سے اپنے وقت کو ضائع اور بے کار رہنے سے بچا سکتی ہے۔ کیوں کہ اچھی سہیلی اُس کے بھولنے پر اچھی بات ہی یاد دلائے گی اور غلطی کرنے پر اس کی اصلاح کرے گی۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مددگار ثابت ہوگی ایسی سہیلی تو عطر فروش کی مانند ہے اگر کوئی اُس کے پاس بیٹھے یا اُس سے کچھ لے لے دونوں صورتوں میں خوشبو آئے گی۔ اچھی دوست زندگی کے جملہ امور میں حصول اجر وثواب کی نسبت سے معاون ثابت ہوتی ہے۔ اُس کی نظر میں حیاء، اُس کا سننا اچھا، اُس کا بولنا اچھا، قصہ مختصر مسلمان عورت اُس سے فائدہ ہی فائدہ حاصل کرتی ہے۔

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

اللہ کہیے

تالیف: ڈاکٹر محمد ابراہیم ضخامت: ۷۲ صفحات
قیمت: درج نہیں ناشر: فضلی سنز کراچی
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

خالق کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے۔ قرآن وحدیث کا پورا ذخیرہ اسی نام سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے علاوہ اَن گنت صفاتی نام بھی ہیں۔

''کہہ دیجیے کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر۔ اسے جس نام سے بھی پکارو گے تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔'' [بنی اسرائیل: ۱۱۰]

لفظ ''خدا'' اسلامی معاشرے میں بہت زیادہ رائج ہو چکا ہے۔ یہ اصل میں فارسی کا لفظ ہے۔ جو اللہ کے ذاتی نام کا ترجمہ سمجھا گیا ہے۔ حالاں کہ اللہ اسم معرفہ ہے اور اس کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

لفظ ''اللہ'' میں بے انتہا گہرائی، وسعت اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ اس کا بدل کوئی دوسرا لفظ نہیں ہو سکتا۔ جب کہ لفظ ''خدا'' وسعت سے قاصر اور محدود معنی پر دلالت کرتا ہے، بلکہ یہ لفظ ہمہ تن صفاتِ باری تعالیٰ سے عاری ہے۔ جمیع اسمائے حسنیٰ مبارکہ میں یہ لفظ موجود ہی نہیں۔ اس لیے ہمارے مسلمان بھائیوں کو قرآنی آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آئے اس کے معنی ''اللہ'' ہی کرنا چاہیے نہ کہ لفظ ''خدا'' لکھا جائے۔ مذکورہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور مؤلف نے اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

کتاب ملنے کا پتا فلیٹ نمبر ۴۰۲، الرفیق ہائٹس، ایس بی ۱۶ بلاک کے نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۷۴۰۰ ہے۔

احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف

تصنیف: حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی
ضخامت: ۴۴۸ صفحات قیمت: ۳۵۰ روپے
ناشر: ادارہ تحفظ افکارِ اسلام (میرپور، شاہ کوٹ، ننکانہ)
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب تقلید کے ردّ میں ہے اور حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی استاذ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تصنیف ہے۔ حافظ صاحب حنفی خاندان کے سپوت ہیں۔ انھوں تقلید کی پابندیوں کو توڑ کر اہل حدیث مسلک کو اختیار کیا۔ ظاہر ہے اس تبدیلی پر خاندان کے افراد اور علماء کی طرف سے مزاحمت ہوئی ہوگی جس کے اثرات ان کی طبیعت اور تحریر پر نظر آتے ہیں۔ کتاب کے عنوان ہی کو لیجیے! چبھتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور یہ غالباً اسی مزاحمت کا ردّ عمل لگتا ہے۔

تقلید کا لغوی معنی تو گلے میں پٹہ ڈالنے کے ہیں، لیکن مجازی معنی کسی شخص کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنے کا ہے جب کہ اس کے برعکس دلیل معلوم کر کے اس پر عمل کرنا اتباع (اطاعت وفرماں برداری) ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے اہل تقلید اور اہل حدیث میں۔ اور اسی فرق کی بنیاد پر اہل حدیث اور اہل تقلید کے راستے جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات اہل تقلید اپنے امام کے قول وقیاس میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ اسے صحیح حدیث کے مقابلے میں لا کھڑا کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ اس کی کئی مثالیں اس کتاب میں دی گئی ہیں جن کو مصنف نے نہایت عرق ریزی سے اکٹھا کیا۔ لطف یہ ہے کہ کوئی بات بلا حوالہ نہیں لکھی۔

اس اختلاف کے باوجود حافظ صاحب موصوف کا جذبہ خیر خواہی اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ احناف اور ان کے خاندان کے افراد راہ راست پر آسکیں اور تقلید کی روش کو چھوڑ کر دین اسلام کے بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کو اختیار کریں۔

یہ کتاب کا چوتھا ایڈیشن ہے۔ کمپیوٹر پر کمپوزنگ ہے۔

حسن عمل

عمل بڑا ہو کہ چھوٹا جو بے ریا نہ ہوا　　خدا کے ہاں وہ عمل قابل جزا نہ ہوا
وہ زندہ زندہ نہیں اس جہانِ فانی میں　　جو اپنی زیست کے مقصد سے آشنا نہ ہوا
رہا جو در پئے آزادِ بندگانِ خدا　　جہاں میں اس کا بھی ہرگز کبھی بھلا نہ ہوا
عمل میں حسن عمل کی بڑی ضرورت ہے　　بغیر اُس کے کوئی کام ، کام کا نہ ہوا
نہ جانے دے گئے داغ جدائی کتنے غم،　　وہ تیرا غم ہے جو مجھ سے کبھی جدا نہ ہوا
ہوا ذلیل نہ کیا کیا تو وقت کے ہاتھوں　　غرور تیرا مگر عجز آشنا نہ ہوا
پتہ ہے کیا اسے آفت زدوں کی حالت کا　　جو خود کبھی کسی آفت میں مبتلا نہ ہوا
اُسی کے ساتھ وہ میدانِ حشر میں ہوگا　　کہ جس کا جس سے بھی دنیا میں دوستانہ ہوا
ہے مجھ پہ تیرا کرم بے مثال و بے پایاں　　یہ حق ہے مجھ سے کبھی تیرا حق ادا نہ ہوا
نہ خود ہی آئے نہ اُن کی کوئی خبر آئی　　مسافرانِ عدم کو گئے زمانہ ہوا

ٹھہر سکا نہ وہ پل بھر بھی دہر میں عاجز
کسی کا دہر سے جب ختم آب و دانہ ہوا

[عبدالرحمٰن عاجز، مالیرکوٹلوی]